

سہ ماہی

دعوت اہل سنت

شمارہ نمبر 07

مارچ اپریل مئی 2023

پاسبان اہل سنت وجماعت پاکستان

﴿مضامین کی اجمالی فہرس﴾

اداریہ

الحمدللہ وحدہ والصلوۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ!

اللہ جل جلالہ کے فضل واحسان سے مجلہ دعوت اہل سنت سہ ماہی کی اشاعت کا سلسلہ جاری وساری ہے ،سرِ دست مجلہ نمبر 7 قارئین کی پیشِ خدمت ہے۔

محققینِ اہل سنت وجماعت کے وقیع وعلمی مضامین وہابیہ کے رد میں اس مجلہ کی زینت بنتے ہیں۔

وہابیہ ودیابنہ کا سارا زور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل وکمالات کی نفی میں صرف ہوتا ہے جب کہ علمائے اہل سنت وجماعت اپنی توانائیاں آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف واختیارات ثابت کرنے میں خرچ کرنا اپنی سعادت سمجھتے ہیں۔کسی نے خوب کہا ہے

نصیب اپنا اپنا مقام اپنا اپنا
کئے جاؤ مے خاروں کام اپنا اپنا

قارئین سے گزارش ہے کہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں اور ہماری توفیق واستقامت میں اضافے کی دعا بھی فرمائیں۔اللہ کریم مجلہ کے جملہ اراکین کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔آمین

ابوالحسین رضوی

عفاعنہ الرحمن

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اور "قارون" نام کی تحقیق

ابو الہمّام محمد اشتیاق فاروقی مجدّدی حفظہ اللہ تعالیٰ

گزشتہ سے پیوستہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علی سید الانبیاء و المرسلین اما بعد ! قَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ کَفٰی بِالۡمَرۡءِ کَذِبًا أَنۡ یُحَدِّثَ بِکُلِّ مَاسمع : (صحیح مسلم، سنن أبي داود، مشکوۃ المصابیح)

" قارون بن یصہر بن ہافث نے بتایا ہے جب کہ حضرت موسیٰ بن عمران بن ہافث تھے اس لئے ابن جریج نے ٹھیک بتایا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ کا ابن عم یعنی چچا زاد بھائی تھا اور دوسرے متعدد راویوں نے اس بیان کی تصدیق کی ہے۔" (تاریخ ابن کثیر اردو مترجم ۱/ ۳۰۹ طبع اول جون 1987ء نفیس اکیڈمی کراچی)

اِنَّ قَارُوۡنَ کَانَ مِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰی (ترجمہ: بے شک قارون موسیٰ کی قوم سے تھا۔ سورۃ القصص آیت 76) کے تحت علامہ شیخ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

فان یصھر ابا قارون و عمران ابا موسیٰ کانا اخوین ابنی قاھث بن لاوی بن یعقوب بن اسحاق بن ابراھیم علیھما السلام ۔ و فی روایۃ ان موسیٰ ابن عمران بن یصھر بن قاھث الخ فیصھر علی ھذا الروایۃ جد لا عمہ اھ زادہ مع زیادۃ من الشارح۔ فتلخص ان قارون علی الروایۃ الاولی ابن عم موسی، و علی الثانیۃ عمہ تامل

(حاشیۃ الجمل علی الجلالین الجزء السادس قدیمی کتب خانہ کراچی)

صاحبِ جمل نے دونوں روایات یعنی چچا اور چچا زاد دونوں نقل کی ہیں۔

علامہ ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر مظہری کا دیوبندی ترجمہ ملاحظہ ہو۔

بغوی نے لکھا ہے کہ قارون حضرت موسیٰ کا چچا کا بیٹا تھا۔ حضرت موسیٰ کے باپ کا نام عمران تھا اور قارون کا باپ یصہر تھا اور عمران اور یصہر دونوں قاہث بن لاوی بن یعقوب کے بیٹے تھے۔ (تفسیر مظہری مترجم جلد 9 صفحہ 96 دار الاشاعت کراچی)

اشرفعلی تھانوی دیوبندی صاحب اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"وہ موسیٰ کی برادری میں سے یعنی بنی اسرائیل میں سے بلکہ ان کا چچازاد بھائی تھا۔"

(بیان القرآن صفحہ 773 پاک کمپنی لاہور سن اشاعت 2007ء)

اسی آیت کے تحت محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

" قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا اور بقول ابنِ عباس وغیرہ موسیٰ کا چچازاد بھائی تھا یہی اکثر مفسرین کی رائے ہے۔" (معارف القرآن جلد 6 صفحہ 70 قرآن محل لاہور طباعت 2006ء)

" قارون حضرت موسیٰ کا چچازاد بھائی تھا۔" (تفسیر عثمانی حاشیہ آیت 76 القصص، **مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف**، صفحہ 524)

واضح ہو گیا کہ قارود اور قارون کے زمانے میں صدیوں کا فرق ہے۔ ساجد خان دیوبندی صاحب نے یہ تحقیق بھی گوارا نہیں کی کہ جسے وہ قارون سمجھ کر پشتون قوم اور اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ کا جد امجد ثابت کرنا چاہ رہے ہیں وہ دراصل قارود ہے وہ اس دور کا بھی نہیں جس دور میں قارون گزرا ہے۔

قارون تو اپنی قوم کے ساتھ ہی غرق ہو گیا تھا۔ اور اس کے کنبے میں کوئی نہیں بچا تھا جیسا کہ اشرفعلی تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں۔

"موسیٰ علیہ السلام نے بددعا فرمائی جس سے وہ مع گھر بار کے زمین میں غرق ہو گیا۔"

(بیان القرآن صفحہ 775 پاک کمپنی لاہور سن اشاعت 2007ء)

یعنی مع خاندان غرق ہوا اس کا کوئی نہیں بچا نہ مال وزر نہ گھر اور نہ گھر بار۔

جیسا کہ محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی لکھتے ہیں کہ

" قارون مع خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا اگر فقط قارون کو دھنسایا جاتا اور خزانے بطور مال غنیمت چھوڑ دیئے جاتے تو ممکن تھا کہ کوئی بدظن حضرت موسیٰ کی جناب میں مال کی حرص اور طمع کا گمان کر بیٹھتا۔" (معارف القرآن جلد 6 صفحہ 73 طباعت 2006ء قرآن محل لاہور)

اگر قارون کی کوئی اولاد ہوتی تو پھر اس کا سب کچھ اس کی آل کی وراثت میں آجاتا پھر حضرت موسیٰ کی طرف بدگمانی کیسے ہوتی تو معلوم ہوا کہ قارون کی نسبی آل میں کوئی نہیں بچا۔ (واللہ اعلم) اس لئے ان کا مال و گھر سب زمین میں دھنسا دیا گیا کیونکہ قارون حضرت موسیٰ کا چچازاد یا چچا تھا اور بعض روایات میں ہے کہ موسیٰ کی بہن قارون کی بیوی تھی جیسا کہ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے واللہ اعلم۔ تو اس صورت میں سب کچھ حضرت موسیٰ کو مل جاتا جس سے لوگ بدگمان ہوتے یہی وجہ تھی کہ قارون کا سب گھر بار مال و دولت اللہ عزوجل نے زمین میں غرق فرمادیا جیسا کہ تفسیر مظہری میں ہے دیوبندی ترجمہ ملاحظہ ہو۔

" قارون کے زمین میں گھس جانے کے بعد بنی اسرائیل آپس میں کہنے لگے کہ موسیٰ نے قارون کیلئے بددعا صرف اس لئے کی کہ خود اس کی جگہ اس کا مکان خزانے اور سارا مال متاع لینا چاہتے ہیں حضرت موسیٰ نے دعا کی آپ کی دعا سے اللہ نے اس کے ساتھ اس کے گھر اور خزانوں اور مال متاع کو بھی زمین میں دھنسا دیا۔" (تفسیر مظہری مترجم ۹ / ۱۰۳ دارالاشاعت کراچی)

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں

"جب حضرت موسیٰ نے زمین کو حکم دیا تو زمین نے اسے نگل لیا بنی اسرائیل نے کہا: حضرت موسیٰ نے اسے اس لئے ہلاک کیا ہے تاکہ اس کے مال کا وارث بن جائے، کیونکہ قارون

حضرت موسیٰ کا چچازاد بھائی تھا یا حضرت موسیٰ کا چچا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے، اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا اور تین دن کے بعد اس کے تمام اموال کو زمین میں دھنسا دیا۔"

(تفسیر مظہری ۷ / ۳۳۲ ضیاء القرآن پبلیکشنز لاہور اکتوبر 2012ء)

"اس کا گھر اور اس کے ساتھی جو اس کے مذہب پر تھے سب زمین میں دھنس گئے۔"

(تفسیر مظہری مترجم جلد 7 صفحہ 325 ضیاء القرآن پبلیکشنز لاہور اکتوبر 2012ء)

تو معلوم ہوا کہ قارون کے تمام ساتھی اور آل زمین میں غرق ہو گئے تھے اگر اس کی کوئی اولاد اس عذاب سے بچتی اور وہ زندہ رہتی تو بنی اسرائیل کبھی بھی حضرت موسیٰ پر بدگمانی نہ کرتے کیونکہ قارون کا مال اس کی اولاد کی وراثت میں آجاتا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

اس تحقیق سے ثابت ہوا کہ نہ تو اعلیٰ حضرت مجدّد دین وملت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اور پشتون قوم کے اجداد میں کوئی قارون گزرا ہے اور نہ پشتون قوم قارون کی اولاد ہے۔ بلکہ جہاں کتابت کی غلطی سے قارون لکھا گیا ہے وہ دراصل قارود ہے۔ پھر تحقیق سے یہ بھی ثابت ہوا کہ قارود اور قارون دونوں الگ الگ زمانوں کے ہیں اور غالب گمان یہی ہے کہ قارون کی نسبی اولاد باقی ہی نہیں بچی تھی جس سے اس کی اولاد کا سلسلہ جاری ہوتا۔ (واللہ اعلم) اگر بالفرض یہ نام قارون بھی ہو تو بھی اس پر اعتراض نہیں بنتا کیونکہ دونوں کے زمانوں میں کافی فرق ہے معروف بدنام قارون تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں غرق ہوا تھا اور قارود جو غلطی سے قارون لکھا گیا ہے وہ اس کے بہت بعد کے زمانے میں گزرے ہیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعثت سے پہلے گزرے ہیں اس زمانے میں ایسے نام رکھنا کوئی معیوب بات بھی نہ تھی برے نام رکھنے کی ممانعت تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمائی ہے اسلام سے قبل امور اور بعد کے امور میں فرق ہے کچھ امور ایسے تھے جو اس وقت معیوب نہیں سمجھے جاتے تھے اسلام میں منع ہیں کچھ امور ایسے

بھی تھے جو پہلے معیوب سمجھے جاتے تھے اسلام میں وہ جائز ہیں۔ اور پھر ساجد خان دیوبندی صاحب نے خود لکھا ہے کہ

" خان آف بڑہیچ المختار کا جعلی شجرہ نسب یوں بیان کیا گیا" (نور سنت کا کنز الایمان نمبر صفحہ 15)

" خان صاحب کا یہ نسب نامہ جھوٹا ہے۔"

(نواب احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات اور کارنامے جلد اول صفحہ 140)

یعنی ساجد خان خود بھی اس شجرے کو جعلی اور جھوٹا کہہ رہا ہے جب اس کے نزدیک یہ شجرہ جعلی اور جھوٹا ہے تو پھر اس شجرے میں " قارون " بھی جعلی ہو گیا تو ساجد خان دیوبندی کو اتنا اچھلنے کودنے اور لعن طعن کی کیا ضرورت تھی؟

اکثر انساب اور شجروں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ مرزا عبدالوحید بیگ صاحب نے یا ڈاکٹر محمد حسن صاحب نے جو شجرہ نقل کیا ہے ضروری نہیں کہ اس شجرے میں کوئی غلطی نہ ہوئی ہوگی اور نہ اس سے اتفاق کرنا لازم ہے اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے۔ اور پھر یہ شجرہ نقل کرنے والے صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان سے بھی نہیں اور نہ اہل سنت کے ہاں کوئی معتمد عالم دین یا شخصیت ہیں۔ اعتراض تو تب ہوتا کہ اس تسلسل سے حضرت آدم علیہ السلام تک یہ شجرہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود نقل کیا ہوتا۔ جن صاحب نے یہ نقل کیا ہے ان سے اختلاف ضرور کیا جا سکتا ہے مگر اس سے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر طعن اور تضحیک کا حق کسی کو بھی نہیں۔

الزامی جواب

ساجد خان دیوبندی نے اپنی کتاب " نواب احمد رضا خان بریلوی حیات خدمات اور کارنامے " میں قیس عبدالرشید پر بھی کلام کیا ہے اور انہیں ایک خیالی شخصیت ثابت کرنے کی کوشش کر کے اہل سنت پر

جھوٹ کا الزام لگایا ہے حالانکہ فقیر (فاروقی) نے پچھلے صفحات میں خان روشن خان صاحب کی کتابوں کے حوالے پیش کیئے ہیں اوراس پر دیوبندی محقق ابوسلمان شاہجہانپوری کے مقدمے موجود ہیں اور خان روشن خان صاحب نے بھی قیس عبدالرشید پر ایسے اعتراض کرنے والوں کو جوابات دیئے ہیں۔ اگر قیس عبدالرشید پر لکھنے بیٹھ جائیں تو بات طویل ہوجائے گی۔ یہ اپنی جگہ پر حقیقت ہے کہ قیس عبدالرشید سے چند محققین کا اختلاف ہے مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ جو محققین قیس عبدالرشید کو صحابی رسول مان رہے ہیں ان کے پاس بھی دلائل ہیں اور وہ اس سے اختلاف رکھنے والوں اور اشکالات پیش کرنے والوں کا جواب علمی انداز میں دے چکے ہیں۔ خیر اس وقت یہ فقیر کا موضوع نہیں اس لئے یہاں ضمناً اس کا ذکر کر رہا ہوں اس لئے قیس عبدالرشید کے صحابی رسول ہونے پر ایک اور دیوبندی حوالے پر اکتفا کرتا ہوں۔

دیوبندی سوانح نگار حافظ غلام فرید صاحب اپنی کتاب "احوال لعارفین" میں لکھتے ہیں:

" آپ (محمد شعیب باباجی تورڈھیر رحمۃ اللہ علیہ) کے جدامجد مجاہداعظم حضرت مولانا اخون محمد رفیق صاحب قندہاری کابلی بن علی بن اودل (ابدل۔عبدال) بن ترین یا تارین بن شرخبون (شرخبن) شرف الدین بن سڑہ بن حضرت قیس عبدالرشید رحمۃ اللہ علیہم و رضی اللہ عنہ بنی اسرائیلی بزمانہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے۔"

(احوال العارفین صفحہ 82 نذیر سنز پبلشرز لاہور)

یادرہے دیوبندی اکابر شاہ عبدالرحیم رائے پوری، عبدالقادر رائے پوری اور ان کے خلفاء سید اسعد میاں بن ٹانڈوی صاحب، منظور نعمانی صاحب، ابوالحسن علی، احمد دین رائے پوری، محمد صاحب انوری، عطاء اللہ شاہ بخاری، محمد زکریا کاندھلوی، قاری طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند، عبدالرشید نعمانی، وغیرہ کا سلسلہ طریقت حضرت شیخ المشائخ محمد شعیب باباجی تورڈھیر رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ اس حوالے سے نہ صرف

قیس عبدالرشید صاحب کا صحابی رسول ہونا ثابت ہوا بلکہ اگر ساجد خان "قارون" کی نسبت پر باوجود اس تحقیق کے اپنے مؤقف پر ڈٹا رہا اور ضد کرتا رہا، تو پھر اپنے ان دیوبندی اکابرین کی نسبت بھی قارون کی طرف کردے۔ لیکن ہمارے نزدیک پھر بھی شیخ المشائخ حضرت محمد شعیب باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر بہتان ہوگا اور ہمارے نزدیک آپ کے اجداد میں کوئی قارون نہیں گزرا اور نہ شیخ المشائخ محمد شعیب باباجی تورڈھیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف ایسی نسبت جائز ہے۔

اعتراض

ساجد خان لکھتے ہیں

"بالکل ہم آپ سے اس حد تک متفق ہیں کہ اگر کسی کے آباء واجداد میں کوئی کافر آگیا تو اس بنیاد کو طعنہ دینا کسی طور پر بھی مناسب نہیں بلکہ گناہ ہے لیکن یہ اس وقت ہے کہ جب ان کافر آباء واجداد کو بطور فخر پیش نہ کیا جائے، بریلوی حضرات نے خان صاحب کے اس نسب نامے کو مقام مدح میں پیش کیا ہے لہٰذا ان آباء واجداد پر بریلوی حضرات کو فخر ہے۔"

(نواب احمد رضا خان بریلوی حیات اور کارنامے جلد اول صفحہ ۱۲۰)

جواب

پہلی بات تو یہ ہے کہ ساجد خان نے اپنے گناہ کا اعتراف کرلیا کہ جس لعن وطعن سے ساجد خان نے عنوانات قائم کئے تھے وہ بطور تحریر موجود ہیں۔ دوسری بات یہ کہ کہاں پر امام مجدّد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کافر آباء اجداد کو بطور فخر پیش کیا ہے؟ ساجد خان اسے کبھی پیش نہیں کرسکتا ہاں قیس عبدالرشید کو مسلمان مانتے ہوئے بطور شرافت نسب شجرہ نسب پیش کیا ہے۔ جو نہ فخریہ ہے اور نہ کسی کے مقابلے میں اور پھر قیس عبدالرشید کے مسلمان ہونے پر دیوبندی کتاب احوال العارفین کا حوالہ گزر چکا ہے۔ پھر

دیوبندیوں کے حکیم الامت اشرفعلی تھانوی صاحب بھی شرافت نسب کے قائل ہیں جیسا کہ ایک مقام پر تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"شرافت نسبی تو وہ چیز ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس پر فخر کیا ہے۔ مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں نہیں کفار کے مقابلہ میں مگر یہ تو ثابت ہوا کہ یہ شرف کی چیز ہے۔"

(الافاضات الیومیہ جلد ۶ صفحہ ۳۰۰ محرم ۱۴۲۴ھ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

خاندانی شرافت کے بارے میں تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

"فرمایا کہ خاندانی آدمی اگر غریب بھی ہو اور علم دین پڑھے تو اس سے نفع کی امید بہت ہوتی ہے، کیونکہ اس کی نظر میں امراء کی کچھ وقعت نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام جتنے ہوئے سب بڑے بڑے خاندانوں میں پیدا ہوئے۔"

(مقالات حکمت جلد دوم صفحہ ۲۹۲، ملفوظات حکیم الامت جلد ۱۳، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

ایک اور مقام پر تھانوی صاحب لکھتے ہیں

"ارشاد: عربی ہو یا عجمی خاندانی شخص کے اخلاق اچھے ہوتے ہیں۔ شرافت خاندانی بھی ایک نعمت ہے خدا کی۔" (حسن العزیز جلد سوم صفحہ ۹۰ صفر ۱۴۲۵ھ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

ایک اور مقام پر تھانوی کہتا ہے کہ

جیسے شرف نسب یا نکاح میں کفایت حتی کہ جو اقوام عرفا اعلیٰ طبقے کی مشہور ہیں خود ان میں بھی باہم دگر اس تفاوت کا شرفا اعتبار کیا گیا ہے قریش میں بنی ہاشم کا شرف نسبی بقیہ قریش پر نص میں وارد ہے کفایت میں قریش کا شرف غیر قریش پر گو وہ بھی عربی ہوں دلائل شرعیہ سے ثابت ہے اب نصوص میں کوئی تعارض نہیں پس اس تفاضل کے یہ معنی ہیں کہ کوئی قوم اپنے کو بڑا سمجھ کر

دوسرے کو حقیر نہ سمجھے بلکہ صرف بعض احکام میں جن کا بیان اوپر گزر چکا اس تفاضل پر عمل کی اجازت ہے۔ (سفر نامہ لاہور ولکھنؤ صفحہ ۱۲۶ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور)

تھانوی صاحب واعظین کے فساد کی وجہ ان کے نسب کو یوں ٹھہراتے ہیں

چند واعظین ومناظرین حال کا ذکر تھا جن کی وجہ سے دین میں بہت کچھ فساد پھیل رہا ہے ان میں سے بعض کا نسب ہی ٹھیک نہیں کوئی گھٹیا قوم کا ہے۔

(ملفوظات حکیم الامت ج ۱۷ ص ۵۱ صفر ۱۴۲۵ھ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

خاندانی آدمی کو ظلم کا خوف نہیں ہوتا

شرافت خاندانی کا ذکر ہوا تو فرمایا میں اکثر قلب کو ٹٹولتا ہوں جتنا مجھے چھوٹے لوگوں سے ڈر لگتا ہے اتنا بڑے لوگوں سے نہیں لگتا وجہ یہ ہے کہ خاندانی آدمی سے ظلم کا خوف نہیں ہوتا اور کم درجہ کے آدمی سے ہر بات میں ڈر رہتا ہے کہیں ظلم نہ کرے۔

(حسن العزیز ج ۴ ص ۵۳ صفر ۱۴۲۵ھ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

نانوتوی کا اپنے سمدھی کو نسب کا طعنہ دینا

ایک صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس کے کہ حضرت مولانا فانی محض تھے مگر اپنے ایک سمدھی سے ایک موقع پر صاف فرما دیا تھا کہ شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے تم کو لڑکی دے دی ورنہ تم عجمی ہو نسب میں ہمارے برابر نہیں۔

(الافادات الیومیہ ج ۷ ص ۲۴۶ محرم ۱۴۲۴ھ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

ساجد خان نانوتوی صاحب پر بھی شروع ہو جائیں جو اپنے سمدھی کو نسب کا طعنہ دیتے ہوئے اپنے نسب پر فخر کر رہا ہے کیا نانوتوی صاحب کے سمدھی مسلمان نہیں تھے؟

تھانوی صاحب کا اپنی بیگم پر نسب کا رعب جمانا

فرمایا نواب مقرب خان کیرانہ کے تھے، پیر جی ظفر احمد صاحب (یعنی صاحب ملفوظات کے دوسرے خسر) انہی کی اولاد میں ہیں، اس واسطے میں اپنے چھوٹے گھر میں جوان کی بیٹی ہیں ان کو کبھی کبھی نواب زادی کہہ دیتا ہوں مگر ایک دفعہ یہ بھی کہہ دیا تھا کہ یہ نہ سمجھنا کہ تھانہ بھون والے تم سے کم ہیں، ہم لوگ فرخ شاہ کابلی کی اولاد میں ہیں جو کابل کے بادشاہ تھے تو ہم شاہزادے ہیں۔(سفرنامہ لاہور ولکھنؤ، جمیل الکلام ص ۱۹۱، ۱۹۲ المکتبۃ الاشرفیہ لاہور)

اپنی بیوی کو بطور تفاخر اپنا نسب پیش کرنا اور اس پر رعب جمانا اور وہ بھی اس نسب پر جس کا خود تھانوی صاحب کے نزدیک نہ کوئی ثبوت ہے اور نہ کوئی تحقیق کہ آیا تھانوی صاحب فاروقی تھے بھی یا نہیں، کیا دیوبندیوں کے ہاں ایسا تفاخر نسب جائز ہے؟ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے نسب پر بھونکنے والے ذرا ان پر بھی اپنا منہ کھول کر زور زور سے بھونک کر اپنے پڑوسیوں کو جگا دیں۔

تو مجدّد دین وملّت اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شجرہ نسب اور قیس عبدالرشید سے نسبت مقصد محض تعارف اور شرافت نسبی کے طور پر قیس عبدالرشید کو مسلمان جان کر بیان کیا جاتا ہے۔ اگر شرافت نسب کا بیان کرنا ساجد خان کے نزدیک قابل گرفت ہے تو وہ اس کی شروعات تھانوی سے کرلے اور پہلے تھانوی صاحب کو کٹھرے میں کھڑا کردے۔ باقی اپنے کفار اجداد پر دیوبندی حضرات ہی فخر کرتے آرہے ہیں اس کی ایک جھلک ساجد خان صاحب کو ان کے ہی گھر سے دکھاتے ہیں امید ہے ساجد خان کا ہاضمہ ٹھیک ہو جائے گا۔ سید اخلاق حسین قاسمی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

”مولانا عبید اللہ صاحب سندھی ایک باعزت سکھ گھرانے کے فرد تھے، یہ خاندان راج پوت تھا ۔راج پوت ہندوستانی راجاؤں کی اولاد کو کہا جاتا ہے۔ مولانا سندھی جب کبھی شرافت پرست

مسلمانوں کے فخر و غرور کو اپنے مقابلے میں محسوس کرتے تو فرماتے ''میں بھی ایک ہندوستانی سید (سردار) ہوں یہ اشارہ اپنے راج پوت ہونے کی طرف تھا۔''

(دلّی کی برادریاں صفحہ ۱۴۹ اشاعت ثالث جون ۲۰۰۵ء مکتبہ رشیدیہ کراچی)

ساجد خان غور سے دیکھیے یہاں اخلاق حسین قاسمی دیوبندی صاحب سکھ گھرانے کو باعزت گھرانا لکھ کر غیر مسلم خاندان کی مدح کررہے ہیں اور راج پوت ہندوستانی خاندان کو فخریہ طور پر پیش کررہے ہیں یہی نہیں بلکہ عبیداللہ سندھی صاحب مسلمانوں کے مقابلے میں کس انداز سے اپنے سکھ خاندان کو بطور فخریہ پیش کررہے ہیں۔ اس ایک حوالے سے ساجد خان پر واضح ہوگیا ہوگا کہ کفار اجداد پر فخر کرنا کسے کہتے ہیں اور یہ کن کا شیوہ چلا آرہا ہے۔

باقی رہا شجروں میں اختلاف تو اس طرح تو دیوبندیوں کے اکابرین کے شجروں میں بھی کئی اختلافات ہیں تھانوی صاحب اپنے شجرے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

" صدر جہاں سے آگے کسی کا قاضی محمد یٰسین سے اوپر کسی کا شیخ مبارک کے اوپر اور قاضی نصر اللہ خان کی اولاد کا ان کے جد امجد شیخ نظام وخشی سے اوپر اس لئے اس کی تحقیق نہیں کہ یہ سب اوپر جا کر کتنی پشتوں میں مل جاتے ہیں لیکن ان سب کا فرخ شاہ کی اولاد ہونا اور فاروقی ہونا قریب قریب متواتر ہے۔" (اشرف السوانح، جلد سوم، ص، 121، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

جب ان کا اتصال ثابت نہیں کہ کتنی پشتوں میں آپس میں جا کر ملتے ہیں تو ان کا خواجہ فرخ شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں ہونا کیسے ثابت ہوتا ہے؟ جیسا کہ اس حوالے میں واضح طور قارئین نے ملاحظہ کیا پھر آگے تھانوی لکھتے ہیں کہ

" قاضی نصر اللہ کا تقریباً عہد اکبر اول میں موجود ہونا مذکور ہو چکا ہے اور یہی زمانہ شیخ جلال

الدین تھانیسری ؒ اور خواجہ عبدالاحد صاحب والد حضرت مجدد صاحب ؒ کا پھر حسب نقل اہل سیر شیخ جلال اور فرخ شاہ کے درمیان چودہ واسطے اور اسی طرح خواجہ عبدالاحد اور فرخ شاہ کے درمیان تیرہ واسطے ہیں پھر کیسے معقول ہوسکتا ہے کہ قاضی نصر اللہ خان اور فرخ شاہ کے درمیان صرف چار ہی واسطے ہوں۔" (اشرف السوانح، جلد سوم، ص، 121، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

پھر آگے لکھتے ہیں کہ

"یہ خدشات نہایت ظاہر ہیں کہ غیاث الدین بلبن ساتویں صدی میں ہیں اور قاضی نصر اللہ خان وغیرہ دسویں صدی میں کما ذکر مفصلاً فی الجزء الاول تو دونوں کا زمانہ ایک کیسے ہوسکتا ہے۔" (اشرف السوانح، جلد سوم، ص، 121، ادارہ تالیفات اشرفیہ)

تھانوی صاحب کے حوالہ جات سے واضح ہوا کہ صدر جہاں تک تھانوی صاحب کا نسب جو لکھا گیا ہے اس سے آگے نصر اللہ خان تک تسلسل سے ثابت نہیں پھر اس کے آگے نصر اللہ خان تا خواجہ فرخ شاہ کابلی رحمۃ اللہ علیہ تک بھی اتصال ثابت نہیں تو اس کو آگے حضرت فاروق اعظم سے ملانا کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

تھانوی صاحب کے نسب میں اتصال اور تسلسل ثابت نہ ہوسکا تو اس نے خود کو فاروقی ثابت کرنے کیلئے محض ایک خواب کا سہارا لیا جیسا کہ لکھتے ہیں۔

"فرمایا کہ ایک مرتبہ بعض کاغذات کی وجہ سے مجھ کو فاروقیت کے متعلق کچھ تردد ہو گیا تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نے مجھ سے نسب کے متعلق پوچھا میں نے کہا سنا ہے کہ فاروقی ہیں اس شخص نے کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ کر آؤں میں ڈرا کہ کہیں کرکری نہ ہو پھر خیال ہوا کہ اچھا ہے ایک طرف معاملہ ہو جاوے گا میں نے کہا کہ ہاں پوچھ آؤ وہ دوڑا گیا اور دوڑا آیا اور کہا کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھ آیا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ ہاں ہماری

اولاد میں سے ہے۔" (ملفوظات حکیم الامت ج ۴ ص ۲۰۶، ۳۵۰، ۳۵۱ شوال ۱۴۲۳ھ ادارہ تالیفات اشرفیہ)

ایسا ایک خواب تھانوی صاحب اپنے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے شجرہ فاروقی کے بارے میں بھی نقل کرتے ہیں۔تو محض خوابوں کی دنیا میں رہ کر اپنے نسب کو کسی سے منسوب کرنا درست ہوسکتا ہے؟ اس پر ہم دیوبندی اکابر کے کئی شجروں پر کلام کر سکتے ہیں یہاں ساجد خان کو آئینہ دکھانے کیلئے صرف تھانوی صاحب کے ان چند حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔شاید دیوبندی بھی اپنے حکیم الامت کو فاروقی نسبت دینا چھوڑ دیں گے جیسا کہ تھانوی صاحب نے خود بھی اسی بارے میں وصیت کی ہے مگر پھر بھی وہ تھانوی صاحب کیلئے "شرف نسب" کے عنوان قائم کرتے ہوئے ان کے فاروقی ہونے پر فخر کرتے ہیں۔

مخزن دیوبندیت

قارون تو مع مال وآل غرق ہو چکا اور ہر روز زمین میں دھنستا رہے گا مگر اس کی خصلتیں اور عادتیں آج بھی موجود ہیں جن خصلتوں اور برائیوں کی وجہ سے وہ جس لقب سے مشہور تھا آج بھی لوگ اسی لقب کو اپنے لئے فخر سمجھتے ہیں۔ذاتی نام اور لقب میں فرق ہوتا ہے لقب وہ نام ہوتا ہے جو کسی کی مدح یا ذم کی وجہ سے دیا گیا ہو۔جیسا کہ عمرو تو بہت گزرے ہیں لیکن جو عمرو اپنی جہالت کی وجہ سے ابوجہل مشہور ہوا کوئی بھی اپنے لئے یہ لقب اختیار نہیں کرسکتا۔کیا ابوجہل کی اولاد نسبی میں جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا تو ساجد خان کے نزدیک انہیں ابوجہل کی نسبت سے آل ابوجہل کا لقب دیا جا سکتا ہے؟

جن کے آباؤ اجداد کفر پر تھے ان میں جن پر اللہ عزوجل کا فضل ہوا اور وہ راہ راست پر آئے اور اسلام قبول کیا تو ان پر ان کے آباؤ اجداد کی وجہ سے طعن ہرگز جائز نہیں۔اسی طرح اُن کی اُن بری خصلتوں اور بدعقیدگیوں جن کی وجہ اُن کو شہرت ملی تھی انہیں اپنانا بھی کسی مسلمان کیلئے روا ہے؟

اب الزامی طور پر قارون مغرور بھی تھا لالچی بھی تھا چور بھی تھا جھوٹے الزامات لگانے والا بھی تھا منافق بھی تھا اللہ عزوجل کے نبی کا گستاخ اور بدعقیدہ بھی تھا۔ ظاہر ہے ان ہی خصلتوں کی وجہ سے اسے دیوبند کا لقب ملا تھا ورنہ اس میں اچھائیاں کون سی تھیں جن کی وجہ سے وہ دیوبند مشہور ہوا۔ چنانچہ مولوی فیروزالدین صاحب فیروزاللغات فارسی میں دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"دیوبند (ف) طہورث جمشیداور قارون کا لقب، ہندوستان کے ایک قصبے کا نام۔"

(فیروزاللغات فارسی ہردوحصہ مکمل حصہ اول ص ۴۶۴ طبع اول ۱۹۳۱ء۔ مولوی فیروزالدین اینڈ سنز پرنٹر اینڈ پبلشرز لاہور)

"دیوبند (ف) طہورث جمشیداور قارون کا لقب، ہندوستان کے ایک قصبے کا نام۔"

(فیروزاللغات فارسی حصہ اول ص ۴۸۶ طبع اول ۱۹۶۸ء۔ فیروز سنز پرنٹر، پبلشر بک سیلرز اینڈ اسٹیشنرز لاہور)

غلام سرور صاحب لاہوری کے مرتب کردہ جامع اللغات اردو میں دیوبند کے بارے میں لکھا گیا ہے۔

"دیوبند: سولھویں روز ہر ایک ماہ شمسی کا نام ہے اور لقب قارون، برادرزادہ جمشید کا۔"

(جامع اللغات اردو جلد اول باب نہم باردوم ماہ دسمبر 1908ء مطبع ن منشی نول کشور لکھنؤ)

حسن اللغات میں دیوبند کے بارے میں لکھا ہے۔

"دیوبند (ف) طہورث۔ جمشیداور قارون کا لقب ہندوستان کے ایک قصبہ کا نام۔"

(حسن اللغات جامع فارسی اردو صفحہ 414 اورنٹیل بک سوسائٹی، گنپت لاہور پاکستان رجسٹرڈ)

یہی نہیں بلکہ محمد رفیع صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند صاحب اور مولوی حکیم ابوالفضل محمد فاضل، فاضل جامعہ احمدیہ بھوپال دیوبند کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"دیوبند: ف۔ قارون، جمشید طہورث کا لقب۔"

(فرہنگ فارسی صفحہ 365 اشاعت اول جنوری 1990ء دارالاشاعت کراچی باہتمام خلیل اشرف عثمانی)

اس کتاب کے ٹائٹل پر لکھا ہے فارسی اردو کی نہایت مستند لغت۔ اور اس کو ترتیب دینے والے نہ صرف فاضل دیو بند ہے بلکہ اس کتاب کو شائع کرنے والا ادارہ بھی دیو بندی ہے۔

تو معلوم ہوا "دیو بند" قارون کے کردار کا نام ہے۔ تو قارون جس کردار کی وجہ دیو بند لقب پا گیا تھا تو اسی نسبت کو اپنانا اہل فہم کا کام ہو سکتا ہے؟

اب بات آ گئی مدح و مذمت کی اچھائی یا برائی کی اور بقول اشرفعلی تھانوی دیو بندی صاحب کے

"ناموں اور الفاظ میں بھی اللہ تعالیٰ نے بڑی تاثیر رکھی ہے۔"

(مجالس حکیم الامت صفحہ 165 دارالاشاعت کراچی)

تو ظاہر ہے دیو بند نام جس کی نسبت قارون کے کردار سے ہے تو اس میں بھی اس کی تاثیر بقول تھانوی صاحب لازم آئی۔ اور پھر دیو بند کی نسبت قارون کے ساتھ ساتھ اور حامیوں اور قباحتوں کے ساتھ بھی دیو بندی اکابر نقل کرتے آئے ہیں۔ جیسا کہ ساجد خان دیو بندی صاحب نے ایک ناقص اور منگھڑت حوالے سے جسے وہ خود بھی جعلی مانتا ہے کو بنیاد بنا کر ماضی کی نسبت سے اہل سنت کو بدنام کرنے کی ناکام کوشش کی ہے اور اپنی جہالت کا ڈھنڈورا پیٹا ہے۔ ہم ایسا ہر گز نہیں کر سکتے مگر دیو بند کے مخزن اور اس کی نسبت اور ماضی کے متعلق چند حقائق پیش کرنے کا بھی حق رکھتے ہیں جو دیو بندیوں کی مستند کتب میں موجود ہیں پھر ساجد خانی ٹولہ ان میں سے اپنے لئے کسی بھی نسبت سے دیو بندی ہونا پسند کر لے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

دیو بند اور گند

"سید احمد شہید بریلوی رحمۃ اللہ علیہ جہاد کے سلسلہ سے صوبہ سرحد جاتے ہوئے جب دیو بند سے گزرے تو اس جگہ پہنچ کر جہاں مدرسہ واقعہ ہے فرمایا کہ مجھے یہاں سے علم کی خوشبو آ رہی ہے، حالانکہ اس وقت اس

جگہ شہر کی کوڑیاں پڑتی تھیں۔" (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند جلد اول صفحہ 40 میر محمد کتب خانہ کراچی)

"اسی گندی جگہ سے بالآخر 1808ء کے بعد علوم نبوت کی اشاعت و ترویج شروع ہوئی۔" (احیائے اسلام کی عالمگیر تحریک دارالعلوم دیوبند ص 11 اپریل 2001ء جمعیۃ پبلیکشنز لاہور)

تو ماضی میں دیوبند کی نسبت کوڑا کرکٹ اور گندگی سے تھی اور یہی اس کا مخزن اور جد امجد ثابت ہوا تو ساجد خان کے اصول سے اسی گندگی کی نسبت سے دیوبند کو دیوگندی یا گند کہنا بھی بنتا ہے۔ یاد رہے سید احمد رائے بریلوی کو اس گند سے خوشبو آ رہی تھی یہ خود بھی دیوبندی عقیدے کی بنیادیں ڈھا دینے والی بات ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ غیب کا علم ہے اور اسے سید احمد رائے بریلوی کیلئے ماننا ان کیلئے غیب کا علم جاننے کے مترادف ہے خیر یہ ہمارا موضوع نہیں۔

دیوبند کی نسبت دیو، دیوی، اور مندر اور بت پرستوں سے

"دیوبند اور دارالعلوم دیوبند میں چولی دامن کا ساتھ ہے دارالعلوم کا دیوبند سے گہرا تعلق اور رابطہ ہے۔ دیوبند کی تاریخ دارالعلوم کے مجد و شرف کا ایک حصہ ہے۔ دیوبند ایک بہت پرانی آبادی ہے۔ یہ نام "دیوی" اور "بن" سے مرکب ہو کر بنا ہے پہلے دیوبن بولا جاتا تھا، پھر کثرت استعمال سے دیبن بولا جانے لگا، بعد ازاں تصرف متکلمین سے دیوبند نام ہو گیا۔" (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول صفحہ 129 میر محمد کتب خانہ کراچی)

"یہ بستی برادران وطن کی ایک زبردست تیرتھ گاہ ہونے کی وجہ سے جو "دیوی کنڈ" کے نام سے معروف ہے اور اس میں آج بھی سالانہ میلہ لگتا ہے مرکزیت کی حامل ہے اس دیوی کنڈ ہی کے نام پر اس بستی کا قدیم نام دیبی بن تھا جو کثرت استعمال سے دیوبند مشہور ہو گیا۔" (مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند، جلد اول، خطبہ استقبالیہ قاری طیب صفحہ 10 میر محمد کتب خانہ کراچی)

یہاں واضح لکھا گیا ہے کہ" دیوبند کی تاریخ دار العلوم کے مجد وشرف کا ایک حصہ ہے" یعنی دیوبند کی تاریخی شان وعظمت اورشرف دار العلوم کا حصہ ہےتو یہ شان وعظمت اور شرف کس وجہ سے ہے ملاحظہ ہو
" میں نے رشتہ داروں سے" دیوی بن" نام بھی سنا ہے، وہ یہ کہتے تھے کہ اس کا مسجع ومقفیٰ نام یہ ہے" دیوی بن برلبِ دریائے گنگ" (الرشید دار العلوم دیوبند نمبر، ارض دیوبند حامد میاں ص ۳۰۷ مکتبہ الامام محمد طباعت ۲۰۱۷ء)

" یہی نہیں کہ ہندوستان کے دونوں بابرکت دریا گنگا وجمنا پہاڑ سے اتر کر اسی سرزمین کی مٹی کو چومتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں" (سوانح قاسمی جلداول صفحہ 49 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

" معتبر لوگوں سے یہ منقول ہے کہ تمام ہندوستان کی طرح اس نواح میں بھی ہنود بت پرست آباد تھے، بتوں اور دیبیوں کی کثرت نے اس کو دیبی بن سے مشہور کرایا اور تصرفِ متکلمین سے ابتدا میں دیبن اور رفتہ رفتہ دیوبند کہلایا" (حیات شیخ الہند، صفحہ 12 جنوری 1977ء ادارہ اسلامیات، سید اصغر حسین دیوبندی)

" بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دیوبند کو پہلے" دیوی بلاس" کہتے تھے، کیونکہ یہاں پر سندری دیوی کا ایک مندر معروف بہ" دیوی کنڈ" اور ایک جنگل موسوم بہ" بلاس" واقع تھے۔" (حیات عثمانی صفحہ 51 جون 1988ء مکتبہ دار العلوم کراچی، انوار الحسن شیرکوٹی)

" بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دیوبند کو پہلے" دیوی بلاس" کہتے تھے کیونکہ یہاں پر سندری دیوی کا ایک مندر معروف بہ" دیوی کنڈ" اور ایک جنگل موسوم بہ" بلاس" تھے"۔ (فیضان دیوبند ص ۲۵ الجامعہ العربیہ احسن العلوم کراچی)

" قرین قیاس وجہ تسمیہ کی یہ معلوم ہوئی ہے کہ پہلے اس موقع پر جنگل لق ودق تھا، ایک مکان معروف" دیوی کنڈ" اور دوسرا جنگل" بلاس" اس موقع پر واقع تھے ان دونوں مکانوں کے سبب سے بنام نہاد دیوبند مشہور ہوا پہلے اس مقام کو" دیوی بن" کہتے تھے، کثرت استعمال سے دیوبند ہو گیا۔" (حیات عثمانی

صفحہ 51 جون 1988ء مکتبہ دارالعلوم کراچی، انوارالحسن شیرکوٹی)

تاہم میرے نزدیک وجہ تسمیہ کی پہلی دو روایتیں عقل وقیاس کے اعتبار سے زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہیں کہ دیوبند "دیوی" اور "بن" سے مرکب ہے، ان دو لفظوں کی آمیزش نے اس کو اولاً "دیوی بن" سے موسوم کرایا جو بعد ازاں کثرت استعمال سے "دے بن" اور پھر رفتہ رفتہ تصرف متکلمین سے دیوبند ہو گیا۔ اس روایت کے آثار وقرائن بھی فی الجملہ پائے جاتے ہیں، یعنی دیوی کا مندر اور "بن"۔ (حیات عثمانی صفحہ 54 جون 1988ء مکتبہ دارالعلوم کراچی، انوارالحسن شیرکوٹی)

"روایات کے اختلاف سے تین ناموں کا یقین ہوتا ہے، 1۔ دیوی بلاس 2۔ دیوی بن 3۔ دیوبند۔" (حیات عثمانی صفحہ 52 جون 1988ء مکتبہ دارالعلوم کراچی، انوارالحسن شیرکوٹی)

بعض کا قول یہ ہے کہ "سلیمان پیغمبر نے اس کے قلعہ میں دیووں کو بند کیا ہے، اس واسطے دیوبند نام ہے، اس واسطے ہندی میں دیو بمعنی "دیوتا" اور بن معنی "جنگل سے" ہے۔" (حیات عثمانی صفحہ 51 جون 1988ء مکتبہ دارالعلوم کراچی، انوارالحسن شیرکوٹی)

"حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں دیوبند کے باشندوں کی فریاد پر آپ کے عُمّال نے یہاں آکر ایذا دہندہ دیوؤں کو قید کر دیا اور دیووں کا یہ تقید آگے چل کر سبب تسمیہ بن گیا، چنانچہ اسی روایت کی بناء پر ایک بند کنویں کو دوبارہ کھودنے کے وقت ایک مہیب صورت دیو کا نکلنا بھی عوام الناس کے زبان زد ہے۔" (حیات عثمانی صفحہ 52 جون 1988ء مکتبہ دارالعلوم کراچی، انوارالحسن شیرکوٹی)

"اس میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے میں دیووں کو قید کیا گیا تھا" (ماہنامہ الرشید کا دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ 537 جانباز مرزا صفحہ 537 مکتبہ الامام محمد طباعت 2017ء)

"بعض کا قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کے قلعہ میں دیووں کو بند کیا ہے اس واسطے دیوبند

نام ہے۔اس واسطے ہندی میں ”دیو“ بمعنی دیوتا اور ”بن“ جنگل سے ہے“(فیضان دیوبند صفحہ 25 الجامعہ العربیہ احسن العلوم کراچی)

”حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں دیوبند کے باشندوں کی فریاد پر آپ کے عُمّال نے یہاں آکر ایذا دہندہ دیوؤں کو قید کر دیا اور دیوؤں کا یہ تقید آگے چل کر سبب تسمیہ بن گیا، چنانچہ اسی روایت کی بناء پر ایک بند کنویں کو دوبارہ کھودنے کے وقت ایک مہیب صورت دیو کا نکلنا بھی عوام الناس کے زبان زد ہے“۔(فیضانِ دیوبند صفحہ 26 الجامعہ العربیہ احسن العلوم کراچی)

”آریہ نسل کے باشندوں کی زبان میں لفظ”دیو“ کا اطلاق وحشی اور جنگلی جانوروں پر کیا جاتا تھا، چنانچہ یہی لفظ ہندوستان میں آکر بعد کو”مہادیو“بن گیا۔پھر ہندوستان کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ: ان ہی آریہ نسلوں نے ہندوستان آکر یہاں کے اصلی باشندوں کو کھلے میدانوں اور آبادیوں سے بزور شمشیر نکال کر گنجان جنگلوں اور دشوار گذار پہاڑوں میں مار بھگایا۔“(فیضانِ دیوبند صفحہ 25 الجامعہ العربیہ احسن العلوم کراچی)

”ایران کے آریہ نسل کے باشندوں کی زبان میں لفظ”دیو“ کا اطلاق وحشی اور جنگلی جانوروں پر کیا جاتا تھا۔ چنانچہ یہی لفظ ہندوستان میں آکر بعد کو”مہادیو“بن گیا، پھر ہندوستان کی تاریخ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ: ان ہی آریہ نسلوں نے ہندوستان آکر یہاں کے اصلی باشندوں کو کھلے میدانوں اور آبادیوں سے بزور شمشیر نکال کر گنجان جنگلوں اور دشوار گزار پہاڑوں میں مار بھگایا۔“(حیات عثمانی صفحہ 52 جون 1988ء مکتبہ دارالعلوم کراچی، انوارالحسن شیر کوٹی)

دیوبند کی نسبت ومخزن اور مجد وشرف قارون سے ہو یا دیوبند کی نسبت مخزن، مجد وشرف گندگی سے یا دیو، دیوتا، دیوتاؤں، مہادیو، مہیب صورت دیو، دیوی، سندری دیوی، تیرتھ گاہ، مندر، دیوی کنڈ، گنگا جمنا جیسے دیوبندی سوانح نگار نے بابرکت لکھا ہے، بتوں اور دیبیوں، آریہ نسل، وحشی جنگلی جانوروں ان میں

سے جس سے چاہیں ساجد خان دیوبندی اپنے اصول کے مطابق ان نسبتوں میں کسی بھی نسبت سے اپنے لئے دیوبندی ہونا پسند کر کے دیوبندی کہلائے ہمیں کوئی اعتراض نہیں کیونکہ لقب کسی اچھائی یا برائی ہی کی وجہ سے شہرت رکھتا ہے دیوبند کا وجہ تسمیہ، اصلیت اور مخزن وجد امجد آپ دیوبندی کتب سے ملاحظہ کر چکے۔ اگر فقیر کے الزامی جواب سے موجودہ دیوبندی اکابر کو تکلیف پہنچی ہو تو ان کی خدمت میں عرض ہے کہ اس وقت کے تمام دیوبندی اکابر مل کر متفقہ طور پر ایک فتویٰ تیار کر لیں جیسا کہ دیوبندی اکابر نے محض شرک کے شائبے سے بچنے کیلئے عبدالنبی، عبدالرسول، عبدالمصطفیٰ، محمد بخش، حسین بخش، علی بخش پیر بخش، غلام محی الدین، غلام معین الدین وغیرہ نام رکھنے کو ناجائز لکھا ہے اسی طرح کا ایک فتویٰ تیار کریں جس میں سختی سے دیوبندی نسبت سے برات کا اظہار ہو کیونکہ دیوبند کی نسبت بھی قارون، گندگی، دیوتاؤں، سندری دیوی، دیوی کنڈ، مہا دیو، دیوی، گنگا جمنا، مندروں، تیرتھ گاہوں، وحشی جانوروں سے موجود ہے جن سے کئی شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں اور میرا مشورہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا نام بھی تبدیل کر لیں۔ جب تک دیوبندی نسبت آپ لوگ استعمال کرتے رہیں گے ساجد خان دیوبندی صاحب کے اصول سے آپ لوگوں کو اس نسبت سے تکلیف سہنی پڑے گی۔

نوٹ: الزامی جواب پر آخر میں ساجد خان دیوبندی صاحب کا ہی اصول پیش کرتا ہوں "میں نے جو کچھ پیش کیا الزاماً اور ردعمل کے طور پر پیش کیا لہٰذا اس کے جواب میں ہمارے مسلک کے حوالہ جات ہرگز قابل احتجاج نہ ہوں گے جو کچھ ہے ان کے اپنے گھر کا گند ہے لہٰذا اسے اپنے گھر ہی سے صاف کروائیں۔" (احمد رضا خان فاضل بریلوی حیات خدمات اور کارنامے جلد 1 صفحہ 1024)

قاری ظہور احمد فیضی کے عقائد و نظریات

مبلغ یورپ مفتی اورنگ زیب نقشبندی

گزشتہ سے پیوستہ

الحمد للہ رب العٰلمین و الصلوٰۃ و السلام علٰی شفیع المذنبین

اما بعد!

حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما شکست خوردہ تھے؟

عباد بن یعقوب راوی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی طرف روانہ فرمایا۔ راوی کہتے ہیں: میرا گمان ہے کہ ابن عباس نے کہا: سیدنا ابوبکر کو بھیجا تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ شکست خوردہ واپس آئے، پھر دوسرے دن سیدنا عمر کو بھیجا تو وہ بھی شکست خوردہ واپس لوٹے (شرح خصائص علی ص 161)

جبکہ یہ راوی کٹر شیعہ ہے اور صحابہ کرام کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال ج 2 ص 15)، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ رافضی اور منکر روایات کو بیان کرتا ہے (کشف الاحوال فی نقد الرجال ص 57) اس لئے ایسے دشمن صحابی راوی کی روایت سے استدلال کر کے اہل سنت کے جذبات کو مجروح کرنا رافضیت کی ترجمانی کے مترادف ہے جس پہ موصوف کے دیگر نظریات دال ہیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی

موصوف حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں:

مگر خلیفہ ثالث کے دور میں ان کے رشتہ داروں نے ان کے بڑھاپے سے ناجائز فائدے اٹھانے کی کوشش کی اور معاملہ بگاڑ دیا۔ بغرض اصلاح سیدنا علی نے انہیں بھی سمجھانے کی بہت کوشش فرمائی اور بسا اوقات ان کی نصیحتوں کو خلیفہ ثالث نے قبول بھی کیا لیکن معاً بعد ہی خلیفہ

ثالث کے بعض رشتہ داروں نے آکر ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ سیدنا علی کی اخلاص بھری نصیحتوں پر عمل نہ ہوسکا۔ بالآخر ان ہی عاقبت نااندیش رشتہ داروں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے خلیفہ ثالث شہید کردیئے گئے۔(صلح الامام الحسن ص10)

موصوف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ خلیفہ ثالث نے اپنے رشتہ داروں کی باتوں میں آکر ایسے اعمال کئے جو آپ کی شہادت کا سبب بنے، حقیقت یہ ہے کہ آپ پہ ظلم کیا گیا، باغیوں نے آپ کو ناحق شہید کیا، تفصیل سے گریز کرتے ہوئے ہم اکابرین امت کے فرامین رقم کئے دیتے ہیں۔امام نسفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

پھراس امر پر دلیل کہ وہ مظلوم شہید ہوئے اوران کو شہید کرنے اورخلافت سے برطرف کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔بے شک اکابر صحابہ کرام اور جنت کی خوش خبری پانے والے باقی صحابہ ،شوریٰ کے ممبران اور بدری صحابہ اوراول مہاجرین وانصار صحابہ میں سے کوئی ایک بھی حضرت عثمان کو خلافت سے برطرف کرنے کے فتنے میں مشغول نہیں ہوا، نہ ہی انہوں نے آپ سے جھگڑے اورمحاربت کا ارادہ کیا، اورنہ ہی آپ کو کسی فعل اورامر پر ملامت کی۔

(تبصرۃ الادلۃ ج2 ص1160)

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اکثر علماء کا خیال ہے کہ حضرت عثمان کے قاتل باغی نہیں تھے بلکہ وہ اپنے بے سروپا شبہات کی وجہ سے ظالم اورسرکش تھے اوراس لئے بھی انہوں نے شبہات کے دور ہونے اورحق واضح ہوجانے کے بعد باطل پراصرار کیا(الصواعق المحرقہ ص495)

اس لئے باغیوں کے شبہات درست نہ تھے،ان کی جانب سے جو اعتراضات اٹھائے گئے ان کے جواب کے لئے الصواعق المحرقہ ملاحظہ کریں،تفصیل ہم مرزا محمد علی کے تذکرہ میں رقم کریں گے۔

حضرت مغیرہ پہ تنقیص علی کا الزام

مسند احمد میں اس سے اگلی حدیث میں عبدالرحمٰن بن اخنس سے منقول ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے خود ہی مولیٰ علی کو برا کہا تھا (شرح خصائص نسائی ص503، رقم 89)

نیز لکھا:

قرین قیاس یہ ہے کہ دونوں موقعوں پر مغیرہ بن شعبہ نے قوم کو گمراہ کرنے اور اپنے لیڈر وقائد کو خوش کرنے کے لیے یہ ناپاک اہتمام کیا ہوگا، جیسا کہ عموماً نام نہاد سیاستدان کرتے ہیں، غالباً اسی دوسرے موقعہ پر یا کسی بھی اور موقعہ پر جب معاویہ کی زیر صدارت مولیٰ علی پر سب وشتم کیا جارہا تھا (شرح خصائص علی ص504)

سب سے اولاً تو یہ بات ذہن نشین رہے کہ جس حدیث کے تحت موصوف نے کلام کیا ہے اس کے مرکزی راوی ابوعبداللہ الجدلی ہیں، ان کے متعلق موجود ہے:

اسمه عبدة بن عبد بن عبد الله بن أبي يعمر بن حبيب بن عائذ بن مالك بن وائلة بن عمرو بن ناخ بن يشكر بن عدوان واسمه الحارث بن عمرو بن قيس بن عيلان بن مضر وسمي الحارث عدوان لأنه عدا على أخيه فهم بن عمرو فقتله وأم عدوان وفهم جديلة بنت مر بن طابخة أخت تميم بن مر فنسبوا إليها ويستضعف في حديثه وكان شديد التشيع ويزعمون أنه كان على شرطة المختار فوجهه إلى عبد الله بن الزبير في ثماني مائة من أهل الكوفة ليوقع بهم ويمنع محمد بن الحنفية مما أراد به ابن الزبير

(الطبقات الكبرى لابن سعد ج8 ص347)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق رقم طراز ہیں:

ابو عبد الله الجدلي شيعي۔۔۔ بغيض (ميزان الاعتدال ج4 ص544)

رہ گیا یہ کہنا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس پہ تشیع کا الزام تھا(تقریب التہذیب ۲/ ۴۲۵)،تو اس کا پہلا جواب یہ ہے کہ خود حافظ ابن حجر نے اس میں شدید تشیع تسلیم کیا ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

بیان حدیث میں ضعیف ہے اور اس میں شدید قسم کا تشیع تھا اور اس کے علاوہ وہ مختار ثقفی کی فوج کا سربراہ تھا(تہذیب التہذیب ج12 ص148)

دوئم حافظ صاحب لکھتے ہیں:

مالم یکن داعیۃ او کان وتاب او اعتضدت روایتہ بمتابع، وھٰذا بیان مارموابہ الزام علیہ لوگوں کی وہ روایت لی جائے گی جو اُن کے الزام کی طرف نہ بلا رہی ہو۔۔۔الخ

(فتح الباری ج۱ ص۴۵۹ مکتبہ دار المعارفہ بیروت)

اور کیونکہ یہ روایت تشیع کے نظریہ کو مضبوط کرتی ہے، اس لئے قابل قبول نہیں۔ایسے ہی خود شیعہ حضرات نے بھی ان کا شیعہ ہونا تسلیم کیا ہے(رجال الشیعہ ص462)

پھر سب سے دلچسپ بات یہ ہے کہ مسند احمد اور مستدرک حاکم میں اس کی مکمل سند موجود ہے جس میں ایک راوی ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ السبیعی الکوفی ہیں (المستدرك علي الصحيحين ج 3 ص 130، مسند احمد ج6 ص323)

اس وضاحت سے ثابت ہوا کہ خصائص نسائی میں اس سند کا ایک راوی چھوٹ گیا ہے، اور دیگر کتب سے اس کی صراحت ہوجاتی ہے۔دوئم یہ راوی طبقہ ثالثہ کا مدلس ہے اور ان سے سماع کی تصریح بھی موجود نہیں۔(طبقات المدلسین) اس کے بعد موصوف نے مسند احمد بن حنبل کی روایت پیش کی جسمیں نہ ہی منبر کا ذکر اور نہ ہی کسی اموی کا ذکر ہے بلکہ اس دور میں خوارج بھی حضرت علی کے خلاف تھے، اس لئے جب تک صراحت نہ ہو کلام کی حاجت نہیں۔

دوئم حضرت مغیرہ کو اس الزام پہ ملوث کرنے کے لئے موصوف کی جانب سے سب سے پہلے مسند احمد کی حدیث نمبر دوسری مسند احمد حدیث نمبر 1631 پیش کی ہے، جس میں ایک راوی عبد الرحمن بن الاخنس موجود ہے، جو مستور و مجہول الحال ہیں (تقریب التہذیب) دوئم متابعت میں جو حدیث پیش کی اس میں دی گئی سند کچھ یوں ہے:

أخبرنا محمد بن العلاء قال: أنا بن إدريس قال: أنا حصين عن هلال بن يساف عن عبد الله بن ظالم. (سنن نسائی الکبریٰ 8208)

قارئین کرام! اگر فیضی صاحب کا مقصد تحقیق ہوتا تو وہ یقیناً اس سند کے متعلق امام نسائی کے سنہری الفاظ جو ایک ہی صفحہ قبل موجود تھے پیش کرتے، امام نسائی فرماتے ہیں:

هلال بن يساف لم يسمعه من عبد الله بن ظالم،

(السنن الکبری- ج 7، ص 327، رقم 8135: ج 7 ص 332 رقم 8149)

ترجمہ: یعنی ھلال بن یساف نے اس حدیث کو عبداللہ بن ظالم سے نہیں سنا۔

ایسے ہی حدیث نمبر 1637 میں یہی عبد الرحمٰن بن الاخنس مجہول الحال راوی ہے اور ان کی متابعت میں پیش کردہ سند میں بھی وہی انقطاع موجود ہے، ایسے ہی مسند احمد کی حدیث نمبر 1638 اور اس کے بعد موصوف کی پیش کردہ سنن نسائی کی حدیث نمبر 8151 میں یہی منقطع سند موجود ہے۔ اس لئے موصوف کا ان روایات سے استدلال ہرگز درست نہیں۔ اگر کوئی روایت بظاہر صحیح سند بھی رکھتی ہے تو اس میں اول تو حضرت مغیرہ بن شعبہ کے فعل کا ذکر نہیں، دوئم اس میں کسی اور شخص کا ذکر ہے اور اس میں لفظ سب موجود ہے، جو سیاسی تنقید کے معنی میں بھی مستعمل ہے، اس لئے موصوف کا مندرجہ بالا تبصرہ ان کے اندر کی رافضیت کا ترجمان ہے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور سب وشتم

موصوف لکھتے ہیں:

تاہم انہوں نے کسی مجلس عام میں سیدنا علی المرتضیٰ کی فضیلت تو کیا ذکر خیر بھی نہیں کیا، بلکہ ان کے فضائل کو چھپاتے رہے اور الٹا برائی بیان کرتے کراتے رہے۔ (شرح خصائص نسائی ص ۹۳۹)

ایسے ہی لکھتے ہیں:

انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے کہ جناب معاویہ کو ان کے دور اقتدار میں سیدنا علی کے فضائل وخصائص پر آگاہی ہوگئی تھی اور وہ آیت مباہلہ اور آیت تطہیر کی شان نزول سے بھی آگاہ ہوں گے مگر اس کے باجود اپنی کابینہ اور ارکین حکومت کے ذہنوں کو صاف نہ کر سکے اور انہیں سب و شتم سے باز نہ رکھ سکے (شرح خصائص علی ص 511)

موصوف نے اپنے اس دعویٰ پہ جو حوالہ پیش کیا ہے، اولاً تو اسی روایت میں خود حضرت معاویہ فرماتے ہیں:

اے ابوالحسن! میرے کثیر فضائل ہیں، میرا باپ جاہلیت میں سردار تھا اور میں اسلام میں بادشاہ ہوں اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سالا اور مومنین کا ماموں ہوں اور کاتب وحی ہوں۔

(تاریخ دمشق ج 32 ص 521)

لیجئے! کیا ہمارے مخالفین ان الفاظ سے متفق ہین، جبکہ موصوف اس کے منکر ہیں، جیسا کہ آگے ان مسائل پر بحث آرہی ہے۔ دوئم اس کی سند میں ابوبکر بن درید ہیں جس کے بارے میں لسان المیزان میں ہے:

أنه لم يكن ثقة عند جميعهم و كان خليعا (لسان الميزان ج5 ص 134)

ترجمہ: وہ ان سب میں قابل اعتبار نہیں تھا اور وہ بدتمیز تھا۔

اب ایسے راوی سے احتجاج موصوف کا ہی کام ہے، ہمارے نزدیک حجت نیست۔ اس کے بعد جناب لکھتے ہیں:

> جناب معاویہ نے یہ ایسی سنت سیئہ چھوڑی تھی جو صدیوں تک جاری رہی اور اب تک اس کے اثرات موجود ہیں، چونکہ یہ سب وشتم سرکاری سربراہی میں ہوتا تھا اس لیے عامۃ الناس کے نزدیک اسے اتنا برا نہیں سمجھا جاتا تھا (شرح خصائص علی ص 541)

اس موضوع پہ موصوف نے کافی اوراق سیاہ کئے ہیں مگر ٹھوس دلیل پیش کرنے سے قاصر رہے، موصوف ایک بھی صحیح روایت اپنے اس دعویٰ پہ پیش نہ کر سکے۔ اس وقت ہمارے سامنے ان کی تین عدد کتب موجود ہیں، انہوں نے جو روایات اس سلسلہ میں پیش کیں ہیں، ان کا تجزیہ ہم آپ احباب کی خدمت میں پیش کئے دیتے ہیں۔ موصوف نے اس سلسلہ میں ابن عساکر کی روایت اپنی کتاب کے صفحہ نمبر 939 پہ پیش کی جس میں ہے کہ حضرت حسن نے منبر پہ سب وشتم کے متعلق مروان سے سوال پوچھا تو اس نے کہا کہ اس کے بغیر ہمارا معاملہ مضبوط نہیں، اس پہ عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں محمد بن اسحاق ہے جو چوتھے طبقے کا مدلس ہے اور سماع کی تصریح نہیں۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

> محمد بن اسحاق تدلیس کرتا ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۴۳)

نیز امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

> وہ بہت زیادہ تدلیس کرتا ہے ان سے پوچھا گیا کہ جب وہ اخبرنی اور حدثنی کے ساتھ روایت کرے اس کی روایت معتبر ہے؟ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وہ اخبرنی کہتا ہے پھر اس کے خلاف بھی کہہ دیتا ہے۔ (میزان الاعتدال ج ۳ ص ۴۷۰)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

فَانِ ابْنَ اسْحَاق مُدَلّس مَشْهُور بذلك و المدلس اذا قَالَ: عَن لَا يحْتَج بِه بالاتّفَاق۔

محمد بن اسحاق تدلیس کرنے میں مشہور ہے اور جب مدلس عن کے ساتھ روایت کرے تو اس کی حدیث بالاتفاق حجت نہیں ہوتی۔(خلاصۃ الاحکام ج ۲ ص ۴۹۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

محمد بن إسحاق بن يسار أبو بكر المطلبي مولاهم المدني نزيل العراق إمام المغازي صدوق يدلس و رمي بالتشيع و القدر من صغار الخامسة مات سنة خمسين و مائة ويقال بعدها (تقريب التهذيب ج2 ص 54)

علامہ مولانا ابراہیم چشتی صاحب لکھتے ہیں:

اور مسلمات میں سے ہے کہ جہاں بھی مدلس بلفظ عن روایت کرے، وہ روایت متصل نہیں سمجھی جاتی اور روایت محمد بن اسحاق یسار ترمذی وغیرہ میں بلفظ عن مذکور ہے اور یہ روایت اصول حدیث کے اعتبار سے منقطع ہے لہٰذا قابل حجت نہیں۔(قراۃ خلف الامام ص 211-212)

ہماری یہ جرح خالصتاً الزامی ہے، کیونکہ موصوف بھی حنفی ہیں اس لئے یہ روایت پیش کی گئی۔ پھر بالفرض یہ علت نہ بھی ہو تو اسی روایت کے ایک اور راوی شریک بن عبد اللہ ہیں، ان کے متعلق بھی محدثین کے اقوال پیش خدمت ہیں:۔امام ابراہیم بن سعید الجوہری (المتوفی 249) فرماتے ہیں:

أخطأ شَرِيك في أربع مِئَة حديث (الكامل لابن عدى: 12/5 و سنده صحيح)

شریک نے چار سو حدیثوں میں غلطی کی ہے۔

امام ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی (المتوفی 259) فرماتے ہیں:

شريك بن عبد الله سيء الحفظ مضطرب الحديث مائل (احوال الرجال للجوزجانی: 150/1)

شریک بن عبداللہ خراب حافظے والے اور مضطرب الحدیث مائل شخص تھے

امام ابوزرعہ الرازی (المتوفی 264) نے فرمایا:

كان كثير الحديث صاحب وهم، يغلط أحيانا (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم 367/4)

ترجمہ: وہ کثیر الحدیث تھے، اور اکثر وہم اور غلطی کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 852) شریک کے متعلق فرماتے ہیں:

صدوق يخطىء كثيرا تغير حفظه منذ ولي القضاء بالكوفة وكان عادلا فاضلا عابدا شديدا على أهل البدع (تقريب: 266/1)

صدوق کثیر غلطیاں کرتے تھے، ان کا حافظہ خراب ہو گیا تھا جب سے انہوں نے کوفہ میں قضاء کا عہدہ سنبھالا، اور وہ عادل فاضل عابد اور اہل البدعت پر شدید رد کرنے والے تھے۔

اس لئے یہ روایت قابل استدلال نہیں۔ اپنے اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے موصوف نے اپنی کتب میں تاریخ کا یہ قول پیش کیا ہے کہ بنو امیہ کے دور میں منبروں پہ حضرت علی پہ سب وشتم کیا جاتا تھا اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلافت ملنے کے بعد اسے موقوف کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت بھی تاریخ کی خرافات میں سے ایک لغو کہانی پہ مشتمل داستان ہے، جس کا حقیقت سے کچھ تعلق نہیں۔ بالفرض اس روایت کو تسلیم کیا جائے تو سب سے اولا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سب وشتم جو ساٹھ سال تک منبروں پہ کیا گیا وہ آخر کیا تھا؟ آخر وہ کونسی مادرزاد گالیاں تھیں، جو حضرت علی کو نکالی گئیں؟

دوئم تھوڑی سی عقل رکھنے والا شخص اگر کچھ غور وفکر سے کام لے تو اس پہ یہ بات کھل جائے گی کہ منبروں پر گالیاں دینا ایک انتہائی قبیح عمل ہے اور ایک مسلمان ہرگز یہ گوارا نہیں کر سکتا۔ سوئم اگر تاریخ کے اوراق کو کھنگالا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ قاتلان عثمان پہ لعنت کو سب وشتم سے تعبیر کیا گیا، جیسا کہ طبری کی یہ روایت اس کی وضاحت کرتی ہے، (تاریخ طبری ج 4 ص 93) اگر اسے حضرت علی پہ سب و

شتم پہ محمول کیا جائے تو اس کا نتیجہ لامحالہ یہی ہوگا کہ حضرت علی کو قاتل عثمان تسلیم کیا جائے، ورنہ اعتراض ہرگز درست نہیں۔

اسی دعویٰ کے ثبوت میں موصوف نے اپنی کتاب صلح امام حسن کے صفحہ 255 پہ ایک روایت المختصر فی اخبار البشر سے پیش کی ہے، جب کہ اس مقام پہ یہ روایت بغیر کسی سند کے درج ہے ملاحظہ ہو (المختصر فی اخبار البشر ص 201)

اس کے علاوہ حضرت سعد بن ابی وقاص کے حوالہ سے مسلم شریف میں حدیث موجود ہے حدیث میں ہے تو وہاں سب کا لفظ تنقید اور مخالف کے موقف کی تغلیط کے حوالہ سے ہے، اس کے علاوہ اکثر روایات میں لوط بن یحییٰ ابی مخنف ہے جو کہ جلا بھنا شیعہ ہے۔ امام ابو حاتم الرازی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 277) نے کہا:

متروك الحديث [الجرح والتعديل لابن أبي حاتم: 182/7]

امام ابن معین رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 327) نے کہا:

أبو مخنف وأبو مريم وعمرو بن شمر ليسوا هم بشيء قلت ليحيى هم مثل عمرو بن شمر قال هم شر من عمرو بن شمر [تاريخ ابن معين - رواية الدوري: 439/3]

امام ابن عدي رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 365) نے کہا:

شيعي محترق صاحب أخبارهم [الكامل في ضعفاء الرجال لابن عدي: 241/7]

امام ابن الجوزي رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 597) نے کہا:

وفي حَدِيث ابْن عَبَّاس أَبُو صَالح الْكَلْبِيّ وَأَبُو مخنف وَكلهمْ كذابون

[الموضوعات لابن الجوزي 406/1]

ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

لُوطِ بْنِ يَحْيَى (١)، وَهُشَامِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ السَّائِبِ (٢)، وَأَمْثَالِهِمَا مِنَ الْمَعْرُوفِينَ

بِالْكَذِبِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَعَ أَنَّ أَمْثَالَ هَؤُلَاءِ هُمْ مِنْ (٣) أَجَلِّ مَنْ يَعْتَمِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّقْلِ إِذْ كَانُوا يَعْتَمِدُونَ عَلَى مَنْ هُوَ فِي غَايَةِ الْجَهْلِ، وَالِافْتِرَاءِ مِمَّنْ لَا يُذْكَرُ فِي الْكُتُبِ، وَلَا يَعْرِفُهُ أَهْلُ الْعِلْمِ بِالرِّجَالِ [منهاج السنة النبوية لابن تيميه: 59/1]

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

لوط" بن يحيى أبو مخنف اخبارى تالف لا يوثق به تركه أبو حاتم وغيره وقال الدارقطني ضعيف وقال يحيى بن معين ليس بثقة وقال مرة ليس بشيء وقال ابن عدى شيعى محترق صاحب اخبارهم (لسان الميزان ج4 ص 492)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ھ: 748) نے کہا:

لوط بن يحيى، أبو مخنف، أخباري تالف، لا يوثق به [ميزان الاعتدال للذهبي: 419/3]

دوسرے مقام پر کہا:

أبو مخنف. اسمه لوط بن يحيى. هالك. [ميزان الاعتدال للذهبي: 571/4]

ایسے ہی لکھتے ہیں:

متروك، وقال الدارقطني: ضعيف (ديوان الضعفاء ص 333)

نیز لکھتے ہیں:

قَالَ يَحْيَى بنُ مَعِيْنٍ: لَيْسَ بِثِقَةٍ. وَقَالَ أَبُو حَاتِمٍ: مَتْرُوْكُ الحَدِيْثِ. وَقَالَ الدَّارَقُطْنِيُّ: أَخْبَارِيٌّ ضَعِيْفٌ (سير اعلام النبلاء ج7 ص 10)

ایسے ہی لکھا:

أَبُو مخنف الكوفي الرافضي الإخباري صاحب هاتيك التصانيف. يروي عَن

الصقعب بن زهير و مجالد بن سعيد و جابر بن يزيد الجعفي و طوائف من المجهولين.
وعنه علي بن محمد المدائني وعبد الرحمن بن مغراء وغير واحد.قَالَ ابْنُ مَعِينٍ:
لَيْسَ بِثِقَةٍ.وَقَالَ أَبُو حاتم: متروك الحديث. وقال الدارقطني: أخباري ضعيف
(تاريخ السلام ج9 ص581)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ھ:911) نے کہا:

لوط و الكلبي كذابان [اللآلیء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة 1/355]

امام ابن العراق الكناني رحمۃ اللہ علیہ (المتوفیٰ ھ:963) نے کہا:

لوط بن يحيى أبو مخنف كذاب تالف [تنزيه الشريعة المرفوعة 1/98]

ہاشم معروف حسینی شیعی نے کہا:

ويكفى هذه الرواية عيبا انها من مرويات ابى مخنف و قد ضعفه السنة و الشيعة و لم يثقوا بمروياته۔۔۔[الموضوعات فى الاخبار والآثار: ص ۲۱۵]

ابن شاھین ابن معین کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

أبو مخنف. ليس حديثه بشيء - يعني لوط بن يحيي - وقال مرة أخرى: ليس بثقة.
(كتاب تاريخ أسماء الضعفاء و الكذابين ص 163)

اپنے اس موقف کی تائید میں ہم عرب محققین کی آراء پیش کئے دیتے ہیں، وہ لکھتے ہیں:

فإن تأريخ الإمام الطبري فيما يتعلق بالخلفاء الراشدين من أوسع المصادر التأريخية المتقدمة وأكثرها اعتناءً بالإسناد إلا أن الطبري رحمه الله اعتمد [في تأريخ حروب الردة وفتوح الشام والعراق ومجريات الأحداث في هذا العهد على مرويات سيف بن عمر التيمي وبكثرة، وكذلك اعتمد مرويات أبي مخنف، ومعلوم أن أئمة الجرح

والتعديل أجمعوا على تضعيف أبي مخنف فقال ابن حبان: رافضي يشتم الصحابة ويروي بالموضوعات عن الثقات (لسان الميزان ٣٦٦/٤) (صحيح وضعيف تاريخ الطبري ص 5)

ایسے ہی لکھتے ہیں:

وقال ابن عدي: حدث بأخبار من تقدم من السلف الصالحين ولا يبعد منه أن يتناولهم وهو شيعي محترق صاحب أخبارهم (الكامل ٦/ ٢١١٠). وقال ابن معين: ليس بشيء (تأريخ ابن معين ٢/ ٥٠٠) وعقب ابن عدي قائلًا: (وهذا الذي قاله ابن معين يوافقه عليه الأئمة) (الكامل الموضع السابق). وقال أبو حاتم: متروك الحديث (الجرح والتعديل ٧/ ١٨٢). ورأي ابن حجر فيه هو ما ذكره في لسان الميزان (٤/ ٤٩٢) لوط بن يحيى - أبو مخنف - أخباري تالف لا يوثق به. تركه أبو حاتم وغيره. اهـ.

(صحيح وضعيف تاريخ الطبري ص 5)

اب ایسے راوی کی روایات کے متعلق خواجہ قمر الدین سیالوی لکھتے ہیں:

اگر سند میں ایک راوی بھی بد مذہب جھوٹا سيئي الحفظ ، دھوکا دینے والا ثابت ہو جائے تو اس روایت کو الزام دینے والے کے گلے میں لٹکا دیتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مذہب اس قسم کی روایات پہ مبنی نہیں۔ (مذہب شیعہ ص 110)

یہاں اس ابو مخنف پر تفصیلی جرح ہم نے اس لئے پیش کر دی ہے کہ تاریخ کی اکثر روایات جو صحابہ کو مجروح کرتی ہیں، موصوف سے ہی مروی ہیں اور تاریخ طبری میں تقریبا 612 روایات کے راوی موصوف ہیں۔ لیکن ہمارے مہربان فیضی صاحب اس کی حمایت میں پیش پیش ہیں، کیونکہ موصوف کے نظریات کی آبیاری میں لوط بن یحیٰی کی روایات کا خاصہ ہے، اس لئے ہمارے مخاطب کو اس کی تضعیف پہ تکلیف محسوس ہونا کچھ اچنبھے کی بات نہیں۔ موصوف اس کی تائید میں لکھتے ہیں:

ابومخنف لوط بن یحییٰ کے بارے میں بعض یمنی علماء اہل سنت نے زبردست بات کہی ہے، انہوں نے فرمایا ہے کہ ابومخنف پر یوں بے دردی سے جرح کی گئی جس طرح امام اعظم ابوحنیفہ پر کی گئی ہے، تو کیا ایسے اکابر محدثین کی جرح امام اعظم کے خلاف آنکھیں بند کر کے قبول کر لی جائے؟ انہوں نے فرمایا: ابومخنف کوئی کذاب یا وضاع شخص نہیں تھا لیکن اس کا جرم یہ تھا کہ وہ محب اہل بیت تھا (صلح الامام الحسن ص ۱۳۷)

قارئین! جناب کے جملے جہاں ان کی ذہنی ژولیدگی کے ترجمان ہیں، وہاں یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ موصوف کا مقصد احقاق حق نہیں محض شبہات پیدا کر کے عامۃ الناس کے قلوب کو مشکوک کرنا ہے، موصوف کا یہ بیان ان کی علم سے دوری پہ بھی بطور شاہد پیش کیا جا سکتا ہے۔ دونوں حضرات پہ کی گئ جرح کی نوعیت مختلف ہے، امام اعظم پر موجود جرح کی تردید موجود ہے۔ جبکہ لوط بن یحییٰ پر جرح کی تردید تو ایک طرف موصوف کی توثیق پر کوئی حوالہ ہمارے مہربان فیضی صاحب کو بھی نہ مل سکا، ورنہ وہ اس سے استدلال ضرور کرتے۔ پھر خود شیعہ حضرات نے بھی جناب کو شیعہ تسلیم کر کے ہمارے موقف کی تائید کی ہے۔ جلیل تاری شیعی لکھتے ہیں:

شیخ طوسی کا اپنی کتاب "فہرست" میں اور نجاشی کا اپنی کتاب "رجال" میں ان کے مذہب کے بارے میں کوئی رائے پیش نہ کرنا ان کے شیعہ ہونے کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے کہ شیخ عباس قمی اور آقا بزرگ تہرانی نے واضح طور پر ان کے شیعہ ہونے کو بیان کیا ہے بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ ان کا شیعہ ہونا مشہور ہے لیکن آقا خوئی نے اپنی کتاب "معجم رجال الحدیث" میں ان کے شیعہ یا غیر شیعہ ہونے کو بیان کئے بغیر انہیں ثقہ کہا ہے۔ (سقیفہ کے حقائق ص 12)

......جاری ہے......

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت میں صحابہ کرام کے ملوث نہ ہونے کی تحقیق

علامہ مفتی سجاد احمد فیضی زید مجدہ

گزشتہ سے پیوستہ

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علٰی شفیع المذنبین

اما بعد!

اعتراض دوم: حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر وار کرنے والے

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں

وقال الواقدي: حدثني عبد الرحمن بن عبد العزيز،۔۔۔۔قال عبد الرحمن بن عبد العزيز : فسمعت ابن أبي عون يقول: ضرب كنانة بن بشر جبينه بعمود حديد، وضربه سودان المرادي فقتله، ووثب عليه عمرو بن الحمق، وبه رمق، وطعنه تسع طعنات، وقال: ثلاث لله، وست لما في نفسي عليه.

حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر خنجر کے پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس چیز کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے!۔(سیر اعلام النبلاء 2/484)

اس متن کو ابن سعد نے اپنی کتاب میں نقل کیا ہے۔

قَالَ: أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، ۔۔۔۔ قال عبد الرحمن بن عبد العزيز: فسمعت ابن أبي عون يقول: ضرب كنانة بن بشر جبينه بعمود حديد، وضربه سودان المرادي فقتله، ووثب عليه عمرو بن الحمق، وبه رمق

وطعنه تسع طعنات، وقال: ثلاث لله، وست لما في نفسي عليه(الطبقات الكبرى 3/74)

مفہوم: حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر خنجر کے پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس چیز کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے۔

اسی روایت کو واقدی کی سند سے مورخ ابن جریر طبری نے تاریخ طبری ۴ / ۳۹۴ پر بھی نقل کیا ہے۔

اسی متن کو ابن شبہ نے اپنی کتاب میں بھی سند سے نقل کیا ہے۔

حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، عَنْ عِيسَى بْنِ يَزِيدَ، عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ قَالَ: دَخَلَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بِشَرْيَانَ كَانَ مَعَهُ, فَضَرَبَهُ فِي حَشَائِهِ حَتَّى وَقَعَتْ فِي أَوْدَاجِهِ فَخَرَّ، وَضَرَبَ كِنَانَةُ بْنُ بِشْرٍ جَبْهَتَهُ بِعَمُودٍ، وَضَرَبَهُ أَسْوَدَانُ بْنُ حُمْرَانَ بِالسَّيْفِ، وَقَعَدَ عَمْرُو بْنُ الْحَمِقِ عَلَى صَدْرِهِ فَطَعَنَهُ تِسْعَ طَعَنَاتٍ. وَقَالَ: عَلِمْتُ أَنَّهُ مَاتَ فِي الثَّانِيَةِ فَطَعَنْتُهُ سِتًّا لِمَا كَانَ فِي قَلْبِي عَلَيْهِ۔ (تاريخ المدينة لابن شبة 1232/4)

مفہوم: حضرت عمرو بن حمق نے حضرت عثمانؓ پر خنجر کے پے در پے نو وار کرتے ہوئے کہا: تین خنجر خدا کے لئے مار رہا ہوں اور چھ اس چیز کے بارے میں جو تیرے بارے میں میرے دل میں ہے۔

جواب

گزارش ہے کہ مذکورہ اعتراض کی کوئی سند صحیح اور قابل قبول نہیں۔

طبقات ابن سعد کی روایت پر تحقیق

روایت کی مکمل سند ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات ابن سعد 3 / 74 پر واقدی کی سند سے نقل کیا ہے۔ اس لیے اس پر چند نکات پیش خدمت ہیں۔

اول: واقدی متروک راوی ہے اور مثالب صحابہ میں اس کی روایت ہرگز قابل قبول نہیں ہوتی ہے۔

صحابہ کرام کے خلاف مثالب بیان کرنے میں جری ہے۔

دوم: اوراس کے دوسرے راوی عبدالرحمن بن عبدالعزیز کو حافظ ابن حجر عسقلانی ضعیف قرار دیتے ہیں۔(فتح الباری 3/210) (هدي الساری رقم356)

تاریخ ابن شبہ کی روایت کی تحقیق:

سوم: دوسری سند تاریخ ابن شبہ کی روایت میں ابن شبہ کے شیخ علی کا تعین نہیں ہے، قطع نظر اس کے تعین کہ اس کی سند میں عیسی بن یزید المدنی راوی ماہر انساب ہونے کے باوجود بھی متروک ومنکر الحدیث راوی ہے۔ملاحظہ کیجئے لسان المیزان 4 / 408 رقم 1250

اس تحقیق سے ایسی روایات کا ضعیف اور نا قابل حجت ہونا ثابت ہوتا ہے۔

الزامی جواب

مخالفین کو صحابہ کرام پر طعن کرنے میں یہ نکتہ شاید ذہن سے خارج ہوجاتا ہے کہ جن صحابہ کرام کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر طعن وتشنیع اور انہیں شہید کرنے کا الزام تھا وہ تمام شخصیات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ یا ان کے ساتھ جنگ جمل یا جنگ صفین میں شامل تھے۔

حافظ ابن عبدالبر اپنی کتاب الاستعیاب میں لکھتے ہیں۔

یَوْمَ الْجَمَلِ، وَشَهِدَ مَعَهُ صِفِّينَ (الاستيعاب في معرفة الأصحاب 3/1366)

یعنی حضرت محمد بن ابی بکر جمل کے دن اور صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ شریک تھے۔

بالفرض بالفرض اگران صحابہ کرام پر یہ الزام درست مان لیا جائے تو پھر یہ الزام تو صحیح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے۔اور اسی وجہ سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے قصاص کا مطالبہ بھی کیا۔پھر تو ان کا مطالبہ درست ثابت

ہوتا ہے؟ اور جب ان بدری اور اولین صحابہ کرام پر یہ الزام بالفرض مان لیا جائے کہ انہوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تو ایسے لوگوں کو خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے اپنے لشکر میں ہی کیوں شامل فرمایا؟ یہ الزام تو پھر نعوذ باللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی ذات گرامی پر آتا ہے ۔اس لیے ان الزامات کی کوئی حقیقت نہیں جیسا کہ ان کی مرویات کی استنادی حیثیت سے واضح ہوتا ہے۔

اہم نکتہ

مزید یہ کہ مخالفین حضرت عمرو بن الحمق کو ایک مقام پر قاتلین عثمان میں شامل کرتے ہوئے نہیں تھکتے وہ اس لیے کہ وصف صحابیت اور مقام صحابیت کی شان میں آیات و مرویات کے خلاف جو لکھنا ہوتا ہے۔ جب صحابی کی شان اور مقام پر کوئی آیت یا روایت ہو تو پھر ان کو غلط ثابت کرنے کے لیے حضرت عمرو بن الحمق جیسے صحابہ کرام کا نام پیش کیا جاتا ہے کہ دیکھیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والوں میں ایک صحابی شامل ہیں، اور اس حوالہ سے مقصد ان کا ایک صحابی کے کردار اور عمل کو داغدار ثابت کرنا ہے معاذ اللہ۔ مگر جب حضرت عمرو بن الحمق کو کسی واقعہ میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حکم سے قتل کرنے کا حوالہ آجائے تو پھر مخالفین حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ کے فضائل اور شان و مرتبت بیان کرتے ہوئے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن و تشنیع کرنا شروع کر دیتے ہیں حالانکہ اس مقام پر یہ خود بھول جاتے ہیں کہ مقام صحابیت کو داغدار ثابت کرنے کے لیے حضرت عمرو بن الحمق کا غیر ثابت شدہ عمل کو عوام کے سامنے پیش کر چکے ہیں اور خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ظلم کرنے والے اور شہید کرنے کے الزام میں ان کی کردار کشی کر چکے ہیں۔ اب ان سے یہ کوئی پوچھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر ظلم اور شہید کرنے والوں کے کردار میں تم صحابہ کرام کا نام لوگوں کو دکھاتے ہو اور ان ظلم اور بربریت کے غیر ثابت شدہ اقوال کو مقام و شان صحابیت کے منافی گردانتے ہوئے صحابہ کرام پر طعن کرتے ہو کہ ایسا صحابی کیسے جنتی یا مغفور

ہوسکتا ہے جو خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں شامل ہو مگر دوسرے ہی مقام پر اپنی شاطرانہ چال سے حضرت عمرو بن الحمق رضی اللہ عنہ کی شان و مرتبت بیان کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہو۔ایسی حرکتوں سے اللہ محفوظ رکھے۔

حافظ ابن عبد البر اپنی کتاب الاستیعاب میں حضرت عمرو بن الحمق کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ثُمَّ صار من شيعة علي رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، وشهد معه مشاهده كلها: الجمل، والنهروان، وصفين، وأعان حجر بْن عدي، ...۔(الاستيعاب في معرفة الأصحاب 3/1173)

مفہوم: پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پیروکاروں میں سے ہو گئے، اوراس کے ساتھ ان کے تمام حالات کا مشاہدہ کیا یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ساتھ تھے جیسے کہ جنگ جمل، جنگ نہروان، جنگ صفین، اور پھر یہ حجر بن عدی کے ساتھیوں اور مدگاروں میں ہوئے۔

(7) عبدالرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ:

حضرت عبدالرحمن بن عدیس پر چند اعتراضات کیے گئے ہیں ان میں تحقیق پیش خدمت ہے۔

اعتراض: باغیوں کے سرغنہ

حضرت عبدالرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ اعتراض کیا گیا کہ وہ باغی لوگوں کے سردار تھے۔ اس بارے میں روایات نقل کی گئی ہیں کہ

كان الأمير على الجيش الذي قدم من مصر الذين حاصروه وقتلوه. ولم يقل أحد أنه كان هو قاتل عثمان۔

(الاستيعاب 1445 والجرح والتعديل 5/248 تاريخ الاسلام 3/319 الاعلام 3:316 تبصير المنتبه 3/10029 بقي بن مخلد 916 المعرفة والتاريخ 3/ المصنف لابن أبي شيبة : 7/492، الإكمال لابن ماكولا : 6/150، الإصابة لابن حجر : 4/281. 358،

(المعرفة والتاريخ 2/488-489)، (كشف الأستار في زوائد البزار 3/177-178)

یعنی: یہ مصر کے ان لوگوں کے سردار تھے جنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

جواب

گزارش ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عدیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی جتنی بھی مرویات ہیں کہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ ان مرویات میں چند علتیں واضح موجود ہیں، جس پر ان کے ضعف اور ناقابل استدلال ثابت ہوتی ہیں۔

پہلی روایت کی تحقیق

محدث ابن سعد لکھتے ہیں:

أخبرنا محمد بن عمر قال: أخبرنا عبد الرحمن بن أبي الزناد عن أبي جعفر القارئ مولى ابن عباس المخزومي، قال: كان المصريون الذين حصروا عثمان ستمائة، رأسهم عبد الرحمن بن عديس البلوي، وكنانة بن بشر بن عتاب الكندي، وعمرو بن الحمق الخزاعي، والذين قدموا من الكوفة مائتين رأسهم مالك الأشتر النخعي، والذين قدموا من البصرة مائة رجل رأسهم حكيم بن جبلة العبدي، وكانوا يداً واحدة في الشر، وكان حثالة من الناس قد ضووا إليهم، قد مزجت عهودهم وأماناتهم، مفتونون، وكان أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذين خذلوه كرهوا الفتنة، وظنوا أن الأمر لا يبلغ قتله، فندموا على ما صنعوا في أمره، ولعمري لو قاموا أو قام بعضهم، فحثا في وجوههم التراب، لانصرفوا خاسرين (الطبقات 3/71)

جواب

1۔ ابن سعد، الطبقات الكبرى، ج٣ ص٧١-٧٢، والبلاذري، أنساب الأشراف، ج٢ ص

۲۹۶، و ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، ج ۳۹ ص ۳ کی روایت میں محمد بن عمر الواقدی متروک و ضعیف راوی ہے۔اور بیان کرنے والا راوی ابوجعفر یزید بن القعقاع القاری نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔

دوسری روایت کی تحقیق

محدث ابن سعد لکھتے ہیں:

أخبرنا محمد بن عمر 1 حدثني إبراهيم بن جعفر 2 عن أم الربيع 3 بنت عبد الرحمن بن محمد بن مسلمة، عن أبيها 4 قال: وحدثني يحيى بن عبد العزيز 5 عن جعفر بن محمود 6 عن محمد بن مسلمة 7 قال: وحدثني ابن جريج 8 وداود 9 بن عبد الرحمن العطار، عن عمرو بن دينار 1 عن جابر 2 بن عبد الله، أن المصريين لما أقبلوا من مصر يريدون عثمان، ونزلوا بذي خشب دعا عثمان محمد بن مسلمة فقال: اذهب إليهم فارددهم عني، وأعطهم الرضى، وأخبرهم أني فاعل بالأمور التي طلبوا، ونازع عن كذا من الأمور التي تكلموا فيها. فركب محمد بن مسلمة إليهم إلى ذي خشب. قال جابر: وأرسل معه عثمان خمسين راكباً من الأنصار أنا فيهم.

وكان رؤساؤهم أربعة: عبد الرحمن بن عديس البلوي، وسودان بن حمران المرادي، وابن البياع، وعمرو بن الحمق الخزاعي، لقد كان الاسم غلب حتى يقال: جيش عمرو بن الحمق. الطبقات (64/3)

جواب

ابن سعد، الطبقات الکبری، ج ۳ ص ۶۴-۶۵، و ابن عساکر، تاریخ مدینۃ دمشق، ج ۳۹ ص ۳۲۲ پر جو روایت نقل کی ہے، اس میں بھی محمد بن عمر الواقدی، متراوک راوی ہے، ام الربیع بنت

عبدالرحمن بن محمد بن مسلمہ اور یحیی بن عبدالعزیز بن سعید کی توثیق ثابت کیجئے۔

2: تیسری روایت کی تحقیق:

مورخ طبری روایت نقل کرتے ہیں:

3: قال محمد بن عمر: وحدثني شرحبيل بن أبي عون، عن يزيد بن أبي حبيب عن أبي الخير قال: لما خرج المصريون إلى عثمان رضي الله عنه، بعث عبد الله بن سعد رسولاً أسرع السير، يعلم عثمان بمخرجهم. ويخبره أنهم يظهرون أنهم يريدوه العمرة. فقدم الرسول على عثمان بن عفان يخبرهم، فتكلم عثمان، وبعث إلى أهل مكة يحذر من هناك هؤلاء المصريين، ويخبرهم أنهم قد طعنوا على إمامهم. ثم إن عبد الله ابن سعد خرج إلى عثمان في آثار المصريين - وقد كان كتب إليه يستأذنه في القدوم عليه، فأذن له - فقدم ابن سعد، حتى إذا كان بأيلة بلغه أن المصريين قد رجعوا إلى عثمان، وأنهم قد حصروه، ومحمد بن أبي حذيفة بمصر، فلما بلغ محمداً حصر عثمان وخروج عبد الله..

4: جواب

5: طبری نے تاريخ الأمم والملوك، ج ٦ ص ٦٦٨ میں جو سند نقل کی ہے اس میں محمد بن عمر بن الواقدی متروک راوی ہے۔اور شرحبیل بن ابی عون کی توثیق بھی ثابت کیجئے۔

چوتھی روایت کی تحقیق

مؤرخ بلازری روایت نقل کرتے ہیں۔

وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ الْوَاقِدِيّ عَنْ (عَبْد اللَّهِ) بْن أَبِي سَبْرَةَ «3» عَنْ عَبْد

وعَبدالرّحمَنِ بن عديس: إن أمرًا هؤلاءِ أمراؤه لأمر سوء.

6: البلاذری نے، أنساب الأشراف، ج٢ص ٢٩٦ دوسرا نسخہ 590/5 پر جو روایت نقل کی ہے، اس میں محمد بن عمر الواقدی متروک وضعیف راوی موجود ہے۔

پانچویں روایت کی تحقیق

مورخ طبری روایت بیان کرتے ہیں۔

قال محمد: وحدثني إبراهيم بن سالم عن أبيه عن بُسر ابن سعيد، قال: وحدثني عبد الله بن عياش بن أبي ربيعة، قال: دخلت على عثمان رضي الله عنه فتحدثت عنده ساعة...

جواب

7: الطبری نے تاریخ الأمم والملوك، ج٦ ص ٦٦٨ پر جو روایت نقل کی ہے اس میں محمد بن عمر الواقدی متروک وضعیف راوی موجود ہے۔

چھٹی روایت کی تحقیق

أَخبَرَنا مُحمّدُ بنُ عُمرَ قَالَ: حَدّثَنِي أَبُو بَكرِ بنُ عَبدِ اللهِ بنِ أَبِي سَبرَةَ، عَنْ عَبدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيلٍ، عَنْ مَالِكِ بنِ أَبِي عَامِرٍ قَالَ: خَرَجَ سَعدُ بنُ أَبِي وَقّاصٍ حَتّى دَخلَ عَلَى عُثْمَانَ ، رَحمَةُ اللهِ عَلَيهِ، وَهُوَ مَحصُورٌ , ثُمّ خَرَجَ مِنْ عِندِهِ فَرَأَى عَبدَ الرّحمَنِ بنَ عُدَيسٍ وَمَالِكًا الْأَشْتَرَ وَحَكِيمَ بنَ جَبلَةَ فَصفّقَ بِيدَيهِ إِحدَاهُمَا عَلَى الْأُخرَى، ثُمّ اسْتَرجَعَ، ثُمّ أَظْهَرَ الْكَلَامَ فَقَالَ: »وَاللهِ، إنّ أَمْرًا هؤُلَاءِ رُؤَسَاؤُهُ لَأَمْرُ سوءٍ.

جواب

8: ابن سعد نے الطبقات الکبری، ج ٣ ص ٧٢، وابن عساکر، نے تاریخ دمشق ج ٣٩ ص ٣٩٩ پر جو روایت نقل کی ہے اس میں محمد بن عمر الواقدی متروک وضعیف راوی موجود ہے

ساتویں روایت کی تحقیق

حَدَّثنا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ, قَالَ: حَدَّثَنِي ابنُ لَهِيعَةَ, قَالَ: حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَمْرٍو الْمَعَافِرِيُّ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا ثَوْرٍ الْفَهْمِيَّ يَقُولُ: قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمَن بْنُ عُدَيْسٍ الْبَلَوِيُّ وَكَانَ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَحَمِدَ اللهَ وَأَثْنَى عَلَيهِ, ثُمّ ذَكَرَ عُثْمَانَ, فَقَالَ أَبُو ثَوْرٍ: فَدَخَلْتُ عَلَى عُثْمَانَ وَهُوَ مَحْصُورٌ, فَقُلْتُ: إِنَّ فُلانًا ذَكَرَ كَذَا وَكَذَا, فَقَالَ عُثْمَان: وَمِنْ أَيْنَ وَقَدِ اخْتَبَاتُ عِنْدَ اللهِ عَشْرًا۔۔۔

جواب

9: ابن أَبي شَيْبَة نے المُصَنِّف، ٦ / ٣٦٤، ج٧ ص١٤و٣٣٨، وابن شَبّة نے تاريخ المدينة ٤ / ١١٥٦و١٢١٨، وابن أَبي عاص نے، السنة، ٢ / ٤٧٢، ج٣ ص٣١١، ج٥ ص٧٤، والبزّار نے البحر الزّخار، ١ / ٢٩٥، وأبو نعَيم نے معجم الصحابة، ١٣ / ١٩٢، وابن عساكر نے تاريخ مدينة دمشق، ج٣٥ ص١١٣، ج٣٩ ص٤٢٣، والذهبي نے تلخيص الموضوعات، ص٥٥، والسيوطي نے اللآليء المصنوعة في الأحاديث الموضوعة، ١ / ٤٠٦ نے جو روایت نقل کی ہیں ،ان سب میں ابن لهيعة راوی ہے جو کہ سخت ضعیف اور شیعہ راوی ہے،اس کی روایت قابل قبول نہیں۔

آٹھویں روایت کی تحقیق

حدثني أحمد بن عثمان بن حكيم قال: حدثنا عبد الرحمن بن شريك، قال: حدثني أبي عن محمد بن إسحاق عن يعقوب بن عتبة بن الأخنس، عن ابن الحارث بن أبي بكر، عن أبيه أبي بكر بن الحارث بن هشام قال: كأني أنظر إلى عبد الرحمن بن عديس البلوي وهو مسند ظهره إلى مسجد النبي صلى الله عليه وسلم وعثمان بن

عفان رضي الله عنه محصور، فخرج مروان بن الحكم، فقال: من يبارز؟ فقال عبد الرحمن بن عديس لفلان بن عروة:۔۔۔۔

جواب

(10) الطبری نے تاریخ الأمم والملوك، ج ٦ ص ٦٧٠ پر جو سند نقل کی ہے اس میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے اور عنعنہ سے روایت کر رہا ہے۔اور الحارث بن ابی بکر بن عبدالرحمن کی توثیق بھی ثابت کرنی ہے۔

نویں روایت کی تحقیق

وَبَلَغَنِي عَنْ أَبِي حَامِدِ بْنِ الشَّرْقِيِّ أَنَّهُ قَالَ: حَدَّثُونَا أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ الْبَلَوِيَّ هَذَا خَطَبَ حِينَ حُصِرَ عُثْمَانُ فَقَالَ: سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: عُثْمَانُ أَضَلُّ عَيْبَةٍ بِفَلَاةٍ عَلَيْهَا قُفْلٌ ضَلَّ مِفْتَاحُهَا فَبَلَغَ ذَلِكَ عُثْمَانُ فَقَالَ: كَذَبَ الْبَلَوِيُّ مَا سَمِعَهَا مِنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَلَا سَمِعَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.

جواب

(11) البیہقی نے دلائل االنبوۃ، ج ٧ ص ٢٢٨ میں جو عبارت نقل کی ہے اس میں انہوں نے ابن حامد الشرقی تک سند نقل نہیں کی۔اس لیے اس کی سند بھی قابل قبول نہیں۔

اول: وہ سب محمد بن عمر الواقدی کی سند سے ہیں۔

دوم: ان تمام حوالہ جات میں بنیادی راوی عبداللہ بن لھیعۃ راوی ہے جس کا حافظہ خراب بھی تھا، اور اس کی کتابیں جل گئی تھیں، اس لیے اس کی مرویات کو محدثین نے قبول نہیں کیا۔اس پر تفصیل کے ساتھ کتب اسماء الرجال میں لکھا گیا ہے۔

تقریب التہذیب رقم 675 پر صدوق فیہ لین لکھتے ہیں۔

دوسری روایت کی تحقیق

تاریخ طبری 4 / 381 پر بھی اسی طرح کی مفہوم کی ایک روایت نقل کی گئی ہے۔

حدثني أحمد بن عثمان بن حكيم قال: حدثنا عبد الرحمن بن شريك، قال: حدثني أبي عن محمد بن إسحاق عن يعقوب بن عتبة بن الأخنس، عن ابن الحارث بن أبي بكر، عن أبيه أبي بكر بن الحارث بن هشام قال۔۔۔۔ الطبري (التاريخ 4/381)

مذکورہ روایت میں چند راویوں کے ضعف پر محدثین کی رائے پیش خدمت ہیں۔

اول: عبد الرحمن بن شريك بن عبد الله النخعي، الكوفي، صدوق يخطىء۔

(التقريب/3893)

دوم: شريك بن عبد الله النخعي - صدوق يخطىء كثيرا تغير حفظه۔

(تقريب التهذيب 1/266 رقم 2787)

سوم: محمد بن إسحاق بن يسار المطلبي، المدني، إمام المغازي، صدوق يدلس، ورمي بالتشيع والقدر۔ (التقريب/5725)

چہارم : الحارث بن أبي بكر بن عبد الرحمن بن الحارث بن هشام لمخزومي ، مجهول (الجرح والتعديل 3/70)

تیسری روایت کی تحقیق

معجم الکبیر طبرانی 1 / 83 میں أن رجلاً من الأنصار اور حضرت محمد بن ابی بکر کا ذکر ہے۔ مگر اس میں بھی مبارک بن فضالہ تیسرے طبقہ کے مدلس ہیں، جس کی وجہ سے یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

چوتھی روایت کی تحقیق

خلیفہ بن خیاط نے تاریخ خلفیہ بن خیاط ص 158 پر ابوالحسن المدائنی کے قول کو نقل کیا ہے۔مگر ان کا قول بھی بطور مورخ ہی ہے۔اور انہوں نے یہ دور نہیں پایا تھا۔اس لیے ان کی بغیر سند کے ایسی باتوں کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے؟

دوسرا الزام: [حضرت عثمان غنی کا شہید کرنے کا الزام]

حضرت عبدالرحمن بن عدیس کے بارے میں یہ بھی الزام ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔

جواب

گزارش ہے کہ ایسی روایات جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے میں حضرت عبدالرحمن بن عدیس شامل تھے،ان کے اسانید کا علمی حال پیش خدمت ہے۔

(1) ابن شَبّة نے تاريخ المدينة، ج٤ ص٠٢ ٣١٣٠ ١٣ پر جو سند نقل کی ہے وہ زہری کی مرسل ہے۔

(2) البيهقي نے دلائل النبوة، ٧ / ٢٢٧ پر جو سند نقل کی ہے اس میں ولید بن مسلم مدلس راوی ہے،اس میں عبداللہ بن لھیعۃ ضعیف اور سئی الحفظ راوی، یزید بن ابی حبیب اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں انقطاع ہے۔

(3) البیہقی نے دلائل النبوۃ، ج٧ ص ٢٢٧ پر دوسری سند نقل کی ہے،اس میں بھی ابن لھیعۃ ضعیف اور سئی الحفظ راوی ہے۔

(4) البیہقی نے دلائل النبوۃ، ج٧ ص ٢٢٧ میں جو تیسری سند نقل کی ہے اس میں یزید بن ابی حبیب نے حضرت عبدالرحمن بن عدیس سے سماع نہیں کیا

(5) ابن شَبّة نے تاریخ المدینة، ج ٤ ص ١٢٨١ پر جو سند نقل کی ہے اس میں ابرھیم بن الیقظان الیمامی اور یحیی بن ابی حفصة کی توثیق ثابت کیجئے۔

(6) الطبری کی تاریخ الأمم والملوك، ج ٢ ص ٦٨٩٦٨٨ پر درج کردہ سند میں شعیب بن ابراھیم بن التیمی کے توثیق راجح ثابت کرنا ضروری ہے، اور اسی سند میں سیف بن عمر التیمی ضعیف ہے، اور اس کے شیوخ محمد، طلحہ،، ابو حارثہ، ابو عثمان کا تعین موجود نہیں۔

(7) الطبری نے تاریخ الأمم والملوك، ج ٢ ص ٦٨٨ پر جو سند نقل کی ہے اس میں بھی محمد بن عمر الواقدی متروک راوی ہے، عبداللہ بن موسی المخز ومی کا تعین نہیں ہے۔

(8) الطبری نے تاریخ الأمم والملوك، ج ٢ ص ٦٨٨ پر جو الگ سند سے روایت نقل کی ہے اس میں بھی محمد بن عمر الواقدی متروک اور ضعیف راوی ہے اور سعد بن راشد کی توثیق بھی موجود نہیں۔

اصحاب شجرہ کے قطعی جنتی ہونے پر روایت

حضرت عبدالرحمن بن عدیس کے اصحاب شجرہ ہونے پر جتنی مرویات نقل کی جاتی ہیں ان سب میں ابن لھیعة ضعیف و متروک راوی ہے، اور اگر بالفرض عبدالرحمن بن عدیس کو اصحاب شجرہ میں تسلیم کرنا ہے تو پھر اصحاب شجرہ کے بارے میں نص صریح کو ماننے سے انکار کیوں؟ جن مرویات میں اصحاب شجرہ یا اصحاب بیعت رضوان میں شامل صحابہ کرام کو قطعی جنتی کہا گیا۔

اصحاب شجرہ جنہوں نے بیعت رضوان میں بیعت کی تھی، ان کے بارے میں نص قطعی قرآن اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجود ہے۔

حَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ، حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ مُحَمَّدٍ، قَالَ: قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ، أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ، أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، يَقُولُ: أَخْبَرَتْنِي أُمُّ مُبَشِّرٍ، أَنَّهَا سَمِعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ عِنْدَ حَفْصَةَ: «لَا يَدْخُلُ النَّارَ، إِنْ شَاءَ اللهُ، مِنْ أَصْحَابِ الشَّجَرَةِ

أَحَدٌ، الَّذِينَ بَايَعُوا تَحْتَهَا « قَالَتْ: بَلَى، يَا رَسُولَ اللهِ فَانْتَهَرَهَا، فَقَالَتْ حَفْصَةُ: {وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا} [مريم: 71] فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَدْ قَالَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ: {ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا} [مريم:72]۔

ابوزبیر نے خبر دی کہا: انھوں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا، کہہ رہے تھے۔ مجھے ام مبشر رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں یہ فرماتے ہوئے سنا،" ان شاء اللہ اصحاب شجرہ (درخت والوں) میں سے کوئی ایک بھی جس نے اس کے نیچے بیعت کی تھی جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ وہ (حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا) کہنے لگیں۔ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیوں نہیں! (داخل تو ہوں گے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں جھڑک دیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آیت پڑھی: "تم میں سے کوئی نہیں مگر اس پر وارد ہونے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فریا:" (اس کے بعد) اللہ تعالیٰ نے یہ (بھی) فرمایا ہے۔ پھر ہم تقویٰ اختیار کرنے والوں کو (جہنم میں گرنے سے) بچالیں گے اور ظالموں کو اسی میں گھٹنوں کے بل پڑا رہنے دیں گے۔" [صحیح مسلم رقم الحدیث 6569]

قطعی نصوص کے مدمقابل ضعیف، متروک اور مورخین کے غیر ثابت اقوال کیسے قبول کیے جاسکتے ہیں؟ علمی میدان میں جس کی کوئی نہ حیثیت نہ وقعت۔

الزامی جواب

اگر کوئی بدعتی شخص بضد ہو کہ جرح وتعدیل کو ہم نہیں مانتے اور اگر یہ ضعیف ہیں تو پھر ان روایات کو مورخین اور علماء نے کتابوں میں نقل ہی کیوں کیا ہے۔

تو پھر ایسے شخص کے لیے الزامی جواب یہ ہے کہ اس طرح کی مرویات تو آپ کے نزدیک بھی مسلمہ صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی ہے۔ پھر شوق پورا کیجئے اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ

کو بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ہونے کا فتوی جڑ دیجئے۔

الزامی طور پر چند حوالہ جات حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی پیش خدمت ہیں۔

1 المسند امام احمد بن حنبل (بتحقيق أحمد شاكر 1/349)

2 أسد الغابة (3/487)

3 تاريخ دمشق (ترجمة عثمان 246)

4 حلية الأولياء (1/140)

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ کہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں ایسی مرویات سے استدلال کرنا باطل ومردود ہے، اگرچہ اس کو متعدد کتب میں ہی نقل کیوں نہ کیا گیا ہو۔ قاری ظہور احمد فیضی کے ایک اعتراض کے ضمن میں دیگر صحابہ کرام کے بارے میں بھی اختصار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے، تحقیق پیش کی ہے تاکہ حقائق واضح ہوسکیں اور بھولی بھالی عوام الناس کو صرف کتاب دکھا کر بہکانے کی کوشش نہ کرے۔ یہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ جو بھی صحابہ کرام کے خلاف ایسے اقوال پیش کرے، ان کی تحقیق ضرور کیجئے، اور دوسری بات یہ کہ قران اور احادیث کے نص کے مقابلہ میں مثالب صحابہ کی کوئی حیثیت نہیں۔

حضرت عبید اللہ بن جحش پر نصرانی ہونے کا الزام

اسی طرح عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نصرانی ہونے کے بارے میں متعدد کتب سے پیش کی جاتی ہیں۔

جواب

عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نصرانی ہونے کی مرویات ثابت نہیں۔ ابن اسحاق، سیرۃ ابن اسحاق ص 90، 241- بحوالہ الروض الانف 2 / 347، طبقات ابن سعد 8 / 97، رقم 491 بحوالہ واقدی کذاب، تاریخ طبری 2 / 312، مستدرک حاکم رقم 6847، مرسل، ابو معرفۃ الصحابہ ابونعیم، رقم

6776،مرسل زہری،طبرانی الکبیر رقم 404،ابن لھیعۃ کاضعف اوراختلاط مرویات پیش کی جاتی ہیں۔ ان کی کچھ مختصر تحقیق پیش خدمت ہے۔

اس عنوان کے تحت جتنی روایات پیش کیں جاتی ہیں وہ تمام روایات ضعیف،متروک ومرسل اورنہ قابل استدلال ہیں۔

حوالہ نمبر 1 کی تحقیق

محمد بن اسحاق کے حوالہ سے ایک روایت پیش کی جاتی ہے۔

فحدثني محمد بن جعفر بن الزبير قال: كان عبيد الله بن جحش ـ حين تنصَّر يمر بأصحاب رسول الله ﷺ وهم هنالك من أرض الحبشة، فيقول: فقّحنا وصأصأتم, أي أبصرنا، وأنتم تلتمسون البصر ولم تبصروا بعد (الروض الأنف،2/347)

جواب

مذکورہ روایت میں محمد بن جعفر الزبیر نے توعبیداللہ بن جحش کا زمانہ تک نہیں پایا تو کیسے منقطع بات تسلیم کی جاسکتی ہے۔

حوالہ نمبر 2 کی تحقیق

محمد بن اسحاق نقل کرتے ہیں۔

ثم تزوج رسول الله ﷺ بعد زينب، أم حبيبة بنت أبي سفيان، وكانت قبله عند عبد الله بن جحش.. فمات عنها بأرض الحبشة، وقد تنصر بعد إسلامه

(سيرة ابن إسحاق، تحقيق محمد حميد الله، ص 241)

جواب

باب میں پیش کرنا خلاف اصول اور خلاف مسلمات ہے۔

حوالہ نمبر 3 کی تحقیق

ابن سعد اپنی سند سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

أخبرنا محمد ابن عمر حدثنا عبد الله بن عمرو بن زهير عن إسماعيل بن عمرو بن سعيد بن العاص قال: قالت أم حبيبة: رأيت في النوم عبيد الله بن جحش زوجي بأسوأ صورة وأشوهها، ففزعت، فقلت: تغيرت والله حاله! فإذا هو يقول حيث أصبح : يا أم حبيبة! إني نظرت في الدين فلم أرَ ديناً خيراً من النصرانية، وكنت قد دنت بها، ثم دخلت في دين محمد، ثم قد رجعت إلى النصرانية. فقلت: والله! ما خير لك وأخبرتُه بالرؤيا التي رأيت له فلم يحفل بها، وأكبّ على الخمر حتى مات

(طبقات ابن سعد 8/97)

حضرت عبید اللہ بن جحش سے نقل ہے کہ میں نے تمام ادیان کو بغور دیکھا، مجھے نصرانیت سے بہتر دین نہیں ملا، اس لیے میں نے اسے اختیار کیا پھر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو قبول کیا جس کے بعد پھر نصرانی ہو گیا...... وہ اس سے چمٹے رہے اور شراب پیتے رہے حتی کہ دنیا سے گیا۔

جواب

مذکورہ روایت میں محمد بن عمر واقدی متروک وضعیف راوی ہے۔اور مثالب صحابہ میں ایسے راوی کی روایت تو کسی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتی۔تفصیل کے لیے تاریخ کبیر رقم 178، تاریخ صغیر 2/283 الضعفاء والمتروکین نسائی رقم 334

محدث ابن معین کا ایک قول بہت اہم ہے۔ابن معین فرماتے ہیں۔

ہم نے واقدی کی مرویات کا جائزہ لیا تو ان کی وہ سب روایات منکر ہیں جو انہوں نے مدنی

مجہول رواۃ سے لی ہیں پھر ہم نے پرکھا تو یہ واضح ہوا کہ ممکن ہے کہ یہ منکر روایات اسی کی ہوں ، اور اس کا بھی احتمال ہے کہ ان کے مجہول شیوخ کی ہوں ، پھر واقدی کی مرویات کا جائزہ لیا جو ابن ابی ذئب ، اور معمر کی سند سے تھیں ، اس لیے کہ ان کی روایات کو بھی ضبط کیا کرتا تھا مگر ہم جلد ہی اس پر پہنچے کہ ان سے نقل کردہ روایات میں بھی نکارت ہے ، اس لیے ہم نے اس سے روایت لینا ہی چھوڑ دی ۔ (الجرح والتعدیل 8 / 21)

علامہ ذہبی ابن سعد اور المستدرک حاکم کی روایت کے متن کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں ۔

وَ ذَكَرَتِ الْقِصَّةَ بِطُوْلِهَا، وَهِيَ مُنْكَرَةٌ (سير أعلام النبلاء 2/221)

یعنی طویل قصہ نقل کیا ہے مگر یہ منکر ہے ۔

حوالہ نمبر 4 کی تحقیق

اور اسی طرح ابن سعد نے اسی سند سے ایک دوسرا قول نقل کیا ہے :

وكانت قبل رسول الله ﷺ عند عبيد الله بن جحش، وكان قد أسلم وهاجر إلى أرض الحبشة، ثم ارتد، وتنصّر، فمات هناك على النصرانية (8/218)

جواب

مذکورہ روایت میں ابن سعد کا شیخ محمد بن عمر واقدی متروک وضعیف راوی ہے ۔ اور مثالب صحابہ میں ایسے راوی کی روایت تو کسی کے نزدیک قابل قبول نہیں ہوتی ۔

حوالہ نمبر 5 کی تحقیق

امام حاکم نے مستدرک میں ایک روایت نقل کی ہے ۔

ثم افتتن وتنصّر فمات وهو نصراني، وأثبت الله الإسلام لأم حبيبة، وأبت أن تتنصّر

(المستدرك 4/21)

جواب

امام حاکم نے اس کو زہری سے بیان کیا ہے اور زہری نے اس کو مرسل روایت کیا ہے اور مراسیل زہری کے بارے میں علم حدیث کا طالبعلم جانتا ہے کہ مراسیل زہری حجت نہیں اور یہ نکتہ ذہن میں رہے کہ حجت مرسل کو احناف کے ذمہ لگانا بھی غلط ہے کیونکہ مثالب صحابہ کے باب میں ایسی مرویات قابل حجت نہیں ہوتی۔

خود ابن سعد مراسیل زہری کے بارے میں لکھتے ہیں:

ومراسيل الزهري ضعيفة (التلخيص الحبير 111/4)

امام ذہبی لکھتے ہیں

قال يحيى بن سعيد القطان: مرسل الزهري شرّ من مرسل غيره لأنه حافظ، وكل ما قَدرَ أن يُسمّي سَمّى، وإنما يترك من لا يحب أن يسميه. قلت (الذهبي): مراسيل الزهري كالمعضل لأنه يكون قد سقط منه اثنان، ولا يسوغ أن نظن به أنه أسقط الصحابي فقط، ولو كان عنده عن صحابي لأوضحه، ولما عجز عن وصله، ومن عدّ مرسل الزهري كمرسل سعيد بن المسيب، وعروة بن الزبير ونحوهما، فإنه لم يدر مايقول، نعم كمرسل قتادة ونحوه (سير أعلام النبلاء 5/338-339)

مذکورہ حوالہ جات سے واضح ہوا کہ زہری کی مراسیل قابل حجت مثالب صحابہ کے باب میں ہرگز نہیں۔

حوالہ نمبر 6 کی تحقیق

امام حاکم نے اس کو واقدی کی ایک طریق سے موصولاً بیان کیا ہے

فَحَدَّثَنِي أَبُو عَبْدِ اللهِ الْأَصْبَهَانِيُّ، ثنا الْحَسَنُ بْنُ مَصْقَلَةَ، ثنا الْحُسَيْنُ بْنُ الْفَرَجِ، ثنا

مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ۔۔۔ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ زُهَيْرٍ، عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَمْرِو بْنِ سَعِيدِ بْنِ الْعَاصِ، قَالَ: قَالَتْ أُمُّ حَبِيبَةَ:۔۔۔: يَا أُمَّ حَبِيبَةَ، إِنِّي نَظَرْتُ فِي الدِّينِ فَلَمْ أَرَ دِينًا خَيْرًا مِنَ النَّصْرَانِيَّةِ وَكُنْتُ قَدْ دِنْتُ بِهَا، ثُمَّ دَخَلْتُ فِي دِينِ مُحَمَّدٍ، ثُمَّ رَجَعْتُ إِلَى النَّصْرَانِيَّةِ، فَقُلْتُ: وَاللّٰهِ مَا خَيْرٌ لَكَ وَأَخْبَرْتُهُ بِالرُّؤْيَا الَّتِي رَأَيْتُ لَهُ، فَلَمْ يَحْفِلْ بِهَا وَأَكَبَّ عَلَى الْخَمْرِ حَتَّى مَاتَ، (المستدرك،4/22)

حضرت عبیداللہ بن جحش سے نقل ہے کہ میں نے تمام ادیان کو بغور دیکھا، مجھے نصرانیت سے بہتر دین نہیں ملا، اس لیے میں نے اسے اختیار کیا پھر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کو قبول کیا جس کے بعد پھر نصرانی ہو گیا۔ وہ اس سے چمٹے رہے اور شراب پیتے رہے حتی کہ دنیا سے گیا۔

جواب

عرض ہے کہ اس موصول روایت کی سند میں محمد بن عمر الواقدی موجود ہے۔ واقدی جیسے متروک راوی کی روایت کو مثالب میں قبول کرنا بھی اصول کے خلاف ہے۔

مزید یہ کہ جس سند سے امام حاکم نے واقدی کا قول نقل کیا ہے اس طرح کی ایک دوسری سند تلخیص المستدرک ہی کے بارے میں علامہ ذہبی لکھتے ہیں۔

سندہ واہ، (تلخیص المستدرک 3/209 رقم 4867)

اور یہ بات واضح ہے کہ واقدی متروک کی روایت مثالب صحابہ کے باب میں ہرگز قبول نہیں۔

حوالہ نمبر 7 کی تحقیق

مورخ طبری اپنی سند سے ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

رجع الخبر إلى خبر هشام بن محمد. ثم تزوّج رسولُ الله فتنصّر زوجها، وحاولها أن

تتابعه فأبت، وصبرت على دينها، ومات زوجها على النصرانية (تاريخ الطبري 2/213)

جواب

مگر یہ قول تو ھشام بن محمد سے نقل کیا ہے اور ھشام بن محمد الکلبی جیسے متروک اور رافضی راوی سے مثالب صحابہ کے باب میں روایات کو رد کر دیا جاتا ہے۔اس روایت کو ابن الأثير الكامل في التاريخ، (2/210) میں نقل کرتے ہیں، جیسا کہ واضح کیا گیا ہے کہ اس میں ھشام بن محمد السائب الکلبی جیسے کذاب اور رافضی راوی موجود ہیں۔ تفصیل کے لیے لسان المیزان، 6/196 کا مطالعہ کیجئے۔

حوالہ نمبر 8 کی تحقیق

امام بیہقی نے بھی ایک روایت نقل کی ہے۔

ابن لهيعة عن أبي الأسود عن عروة قال: ومن بني أسد بن خزيمة: عبيد الله بن جحش، مات بأرض الحبشة نصرانياً، ومعه امرأته أم حبيبة بنت أبي سفيان، واسمها رملة، فخلف عليها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أنكحه إياها عثمان بن عفان بأرض الحبشة

(دلائل النبوة 3/460)

یعنی عبید اللہ بن جحش حبشہ میں نصرانی ہو کر مرے ان کی بیوی ام حبیبہ بھی ان کے ہمراہ ہجرت کر گئی تھیں۔

جواب

عرض ہے کہ اس روایت میں دو علتیں ہیں۔

اول: ابن لھیعۃ کا ضعف اور اختلاط۔ (تقریب التھذیب رقم 186)

حافظ ابن عراق نے علامہ ذہبی کے حوالہ سے لکھا کہ

ابن لهيعة في تشيع قوى عيني ابن لہیعہ پکا شیعہ تھا۔(تنزیہ الشریعہ المرفوعہ 350/1)

دوم: عروہ بن زبیر نے عبید اللہ بن جحش کا زمانہ ہی نہیں پایا۔

اس لیے مرسل اور ضعیف روایات کی بنیاد پر مثالب صحابہ بیان کرنا اصول کے طور پر غلط ہے۔

معاملہ کا دوسرا رُخ

بلکہ حقائق اس کے مترادف ہیں۔صحیح وحسن روایات میں عبید اللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کا ذکر تک نہیں ہے۔

عروہ بن زبیر سے ہی روایت ہے کہ

الزهري عن عروة عن أم حبيبة (رضي الله عنها) أنها كانت تحت عبيد الله ابن جحش، وكان أتى النجاشي فمات، وأن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم تزوج أم حبيبة وهي بأرض الحبشة، زوّجها إياه النجاشي، وأمهرها أربعة آلاف

سنن ابی داود کتاب النكاح، باب الصداق (رقم 2093)

اور سنن نسائی كتاب النكاح، القسط في الأصدقة (119/6)

وصححه الألباني، صحيح النسائي (705/2)

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سیدنا عبید اللہ بن جحش کی منکوحہ تھیں، نجاشی کے ملک میں پردہ فرمایا اور سیدہ حبشہ میں تھیں کہ ان کا نکاح نجاشی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرلیا، ان کا مہر چار ہزار درہم نجاشی ہی نے ادا کیا پھر انہیں حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کی ہمراہی میں مدینہ منورہ بھیج دیا۔

اس روایت کو محدث ابن حبان نے بھی سند انقل کیا ہے۔

أخبرنا ابنِ خُزَيْمَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الذُّهْلِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ كَثِيرِ بْنِ

عُفَيْرٍ، قال: حدثنا الليث، عن بن مسافر، عن بن شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ:
هَاجَرَ عُبَيْدُ اللّٰهِ بْنُ جَحْشٍ بِأُمِّ حَبِيبَةَ بِنْتِ أَبِي سُفْيَانَ وَهِيَ امْرَأَتُهُ إِلَى أَرْضِ الْحَبَشَةِ،
فَلَمَّا قَدِمَ أَرْضَ الْحَبَشَةِ، مَرِضَ، فَلَمَّا حَضَرَتْهُ الْوَفَاةُ، أَوْصَى إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَزَوَّجَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمَّ حَبِيبَةَ، وَبَعَثَ مَعَهَا النَّجَاشِيُّ
شرحبيل بن حسنة۔ الإحسان في تقريب (صحيح ابن حبان 13/386)

مذکورہ روایت میں تو حضرت عبید اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کے نصرانی ہونے کا ذکر تک نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ جس روایت میں متروک راوی یا ضعیف راوی نہ ہو اس کے مقابلہ میں متروک وضعیف راویوں کی روایت سے استدلال کیوں؟

اعتراض

عبید اللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کی مرویات اگر ضعیف ہیں مگر ان کے نصرانی ہونے کا ذکر یا تذکرہ تو علماء اور محدثین نے اپنی اپنی درج کتب میں کیا ہوا ہے جیسے کہ

اعانہ الطالبین ۳ / ۳۹۶، فتح الباری شرح صحیح البخاری ۸ / ۱۴۵، فتح الباری ۸ / ۱۶۲، فتح الباری ۱۰ / ۱۳، عمدۃ القاری ۱۸ / ۱۴۴، عون المعبود فی شرح سنن ابی داؤد ۶ / ۷۶، الاستیعاب جلد ۳ رقم ۸۷۷، الاستیعاب جلد ۴ رقم ۱۵۹۳، الاستیعاب جلد ۴ رقم ۱۸۰۹، جلد ۴ رقم ۱۸۴۴، ابن عبدالبر الدررص ۴۹، کشف المشکل ۲ / ۴۶۴، تخریج الحدیث و الآثار ۳ / ۴۵۴، نصب الرایہ ۲ / ۳۰۶، تفسیر کبیر ۲۹ / ۳۰۲، تفسیر قرطبی ۱۸ / ۵۸، تفسیر قرطبی ۱۴ / ۱۶۵، التعدیل و التجریح ۳ / ۱۴۸۷، اسد الغابہ ۵ / ۴۲۳، تہذیب الکمال ۱ / ۲۰۴، سیر اعلام النبلاء ۱ / ۴۴۱، الاصابہ میں ذکر کیا ۱ / ۱۵۸۔

جواب

گزارش ہے کہ یہ بات تو واضح ہوئی کہ جن مرویات میں عبیداللہ بن جحش کے نصرانی ہونے کا تذکرہ موجود ہے، وہ اسنادی حیثیت سے ضعیف اور ناقابل استدلال ہے۔جن علماء نے اپنی اپنی کتب میں عبیداللہ بن جحش کا نصرانی ہونا لکھا ہے وہ ان روایات کے پیش نظر ہی لکھا، جب اصل روایات ہی ثابت نہیں تو ان سے استدلال اور حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ علماء بعض اوقات ان امور کو بھی نقل کر دیتے ہیں جو کہ مشہور ہو جائے مگر ان کی تحقیق کے علماء نے خود معیار اور اصول مقرر کیے ہوئے جن کے تناظر میں ایسی مرویات کو پرکھا جاتا ہے۔تاریخی مرویات کے پرکھنے کے چند حوالہ جات آگے ملاحظہ کیجئے۔

اگر تو صرف تاریخی کوئی بات ہوتی تو شاید اس کو قبول بھی کیا جا سکتا تھا مگر اس روایت میں تو ایک مسلمان کے نصرانی ہونے کا تذکرہ اور خاص طور پر ایک صحابی کے نصرانی ہونے کا معاملہ ہے،اور صحابہ پر تو مؤقف واضح ہے کہ ان کے مثالب میں صحیح مرویات کی تاویل کی جاتی ہے چہ جائیکہ ایسی ضعیف و متروک روایات پر اعتبار کیا جائے۔

حقائق

پھر اس کے برعکس چند ایسے حقائق بھی ہیں جس سے معاملہ کچھ الگ ہوتا ہے۔

صحیح بخاری کی حدیث ھرقل میں حضرت ابوسفیان اور ھرقل کے مکالمہ میں اس کی وضاحت وصراحت موجود ہے ، چنانچہ جب ھرقل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا والا نامہ ملنے پر ابوسفیان سے ، جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اسلام کے حریف تھے، یہ پوچھا کہ:

”...ھل یرتد احد منھم عن دینہ بعد ان یدخل فیہ سخطۃً لہ؟قال: لا ...“

”ھرقل نے ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی اس کو ناپسند

کر کے یا اس سے ناراض ہو کر مرتد بھی ہوا ہے؟ ابوسفیان نے کہا: نہیں۔"

ھرقل نے اپنے ایک ایک سوال اور ابوسفیان کے جوابات کے بعد جو کہا وہ ملاحظہ کیجئے۔

"وسائلتک هل یرتد احد منهم عن دینه بعد ان یدخل فیه سخطة' فزعمت ان لا'

وکذالک الایمان اذا خالط بشاشة القلوب۔" (بخاری ص:۶۵۳، ج:۲)

"اور میں نے آپ سے پوچھا تھا کہ کیا اسلام قبول کرنے والوں میں سے کوئی شخص اسلام سے ناراض ہو کر یا اس سے متنفر ہو کر کبھی مرتد بھی ہوا ہے؟ تو آپ نے کہا تھا کہ ایسا نہیں ہوا' تو سنو! یوں ہی ہے کہ شرح صدر کے ساتھ جب ایمان کسی کے دل میں اتر جاتا ہے تو نکلا نہیں کرتا۔"

مذکورہ بالا روایت سے یہ بات واضح ہے کہ جب کوئی شخص شرح صدر کے ساتھ ایمان قبول کرتا ہے تو ایمان اس سے نہیں نکلتا۔

اس روایت کے بارے میں یہ احتمال پیش کیا جا سکتا ہے کہ شاید حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ بن جحش کے ارتداد کا معلوم نہ ہو؟ تو عرض ہے کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کے لاعلم ہونے کی بات اس لیے بھی کچھ درست معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وہ ان کے داماد تھے، اب کوئی شخص اپنے داماد کے ایمان یا خارج ایمان کو نہ جانتا ہو، یہ عمومی طور پر ممکن نہیں اور خاص اس وقت جب کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام کو قبول نہیں کیا تھا۔

عبداللہ بن سعد بن ابی السرح پر نصرانی ہونے کا الزام:

اسی طرح عبداللہ بن سعد بن ابی السرح کے نصرانی ہونے پر تاریخ طبری، مستدرک حاکم، سیرۃ بن اسحاق، فتوح البلدان کے حوالہ سے الزام لگایا جاتا ہے۔

جواب

اس بارے میں جو روایات پیش کی جاتی ہیں وہ تمام مرویات بھی قابل استدلال نہیں کہ ان روایت

میں کلبی، واقدی اور دیگر متروک راوی یا مرسل روایات ہیں۔

اس لیے ایسی مرویات کے سہارے اتنا بڑا الزام کسی پر ثابت نہیں کیا جا سکتا ہے۔

قارئین کرام کے سامنے ان روایات کی اسنادی حیثیت پیش خدمت ہے۔

یہ بات پہلے بیان ہو چکی ہے کہ علماء نے یہ بات واضح کی ہے کہ نقل سے ثبوت کا اثبات نہیں ہوتا بلکہ اس کا دارومدار اسانید پر ہے، اور اگر اسانید ثابت نہیں تو نقل سے توثیق ثابت نہیں ہوتی۔ قارئین کرام کے لیے علامہ تاج الدین سبکی کا حوالہ پیش خدمت ہے۔

علامہ تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ "قاعدة في المؤرخين نافعة جدا" کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں کہ:

فان اهل التاريخ ربما وضعوا من اناس ورعوا اناسا اما لتعصب او لجهل او لمجرد اعتماد على نقل من لا يوثق به او لغير ذلك من الاسباب والجهل في المؤرخين اكثر منه في اهل الجرح والتعديل وكذلك التعصب قل ان رايت تاريخا خاليا من ذلك واما تاريخ شيخنا الذهبي غفر الله له فانه على حسنه وجمعه مشحون بالتعصب المفرط لا واخذه الله فلقد اكثر الوقيعة في اهل الدين اعني الفقراء الذين هم صفوة الخلق واستطال بلسانه ... فالرأي عندنا ان لا يقبل مدح ولا ذم من المؤرخين الا بما اشترطه اما الأئمة وحبر الامة وهو الشيخ الامام الوالد رحمه الله حيث قال ونقلته من خطة في مجامعه يشترط في المؤرخ

1-الصدق

2-واذا نقل يعتمد اللفظ دون المعنى

3-وان لا يكون ذلك الذي نقله اخذه في المذكرة وكتبه بعد ذلك

4-وان يسمى المنقول عنه

فهذه شروط أربعة فيما ينقله

ويشترط فيه ايضا لما يترجمه من عند نفسه ولما عساه يطول في الترجم من النقول ويقصر

1۔ ان يكون عارفا بحال صاحب الترجمة علما ودينا وغيرهما من الصفات وهذا عزيز جدا

2۔ وان يكون حسن العبارة عارفا بمدلولات الالفاظ

3- وان يكون حسن التصوير حتى يتصور حال ترجمته جميع حال ذلك الشخص ويعبر عنه بعبارة لاتزيد عليه ولاتنقص عنه

4- وان لا يغلبه الهوى فيخيل اليه هواه الاطناب في مدح من يحبه والتقصير في غيره بل اما ان يكون مجردا عن الهوى وهو عزيز واما ان يكون عنده من العدل ما يقهر به هواه ويسلك طريق الانصاف فهذه اربع شروط اخرى ولك ان تجعلها خمسة لان حسن تصويره وعلمه قد لا يحصل معهما الاستحضار حين التصنيف فيجعل

5- حضور التصور زائدا على حسن التصور والعلم فهي تسعة شروط في المؤرخ واصعبها الاطلاع على حال الشخص في العلم فانه يحتاج الى المشاركة في علمه والقرب منه حتى يعرف مرتبته انتهى وذكر ان كتابته لهذه الشروط كانت بعد ان وقف على كلام ابن معين في الشافعي وقول احمد بن حنبل انه لا يعر الشافعي ولا يعرف مايقول (قاعدة في المؤرخين ص 66)

مفہوم: اہل تاریخ بعض دفعہ کچھ لوگوں کو ان کے مقام و مرتبہ سے گرا کر اور کچھ کو اونچا کر کے

پیش کرتے ہیں، یہ یا تو تعصب، یا جہل، یا غیر ثقہ راوی کے نقل پر اعتمادِ محض وغیرہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔شاید ہی کسی تاریخ کو آپ اس سے خالی پائیں گے......اس بارے میں صحیح و صائب رائے ہمارے نزدیک یہ ہے کہ چند شرائط کے بغیر مؤرخین کی نہ تو کسی مدح کو قبول کیا جائے اور نہ ہی جرح کو، وہ شرائط یہ ہیں:

۱:......مؤرخ صادق ہو۔

۲:......روایت باللفظ پر اعتماد کیا ہو، نہ کہ روایت بالمعنی پر۔

۳:......اس کی نقل کردہ روایت مجلسِ مذاکرہ میں سن کر بعد میں نہ لکھی گئی ہو۔

۴:......جس سے نقل کر رہا ہو، اس کے نام کی صراحت کرے۔

۵:......اپنی طرف سے کسی کے حالات بیان نہ کرے۔

۶:......تراجم میں کثرتِ نقل کو اختیار نہ کرے۔

۷:......مترجم لہٗ کے علمی اور دینی حالات سے پوری طرح واقف ہو۔

۸:......حسنِ عبارت کا مالک ہو اور الفاظ کے مدلولات سے واقف ہو۔۹

۹:......حسنِ تصور والا ہو، یہاں تک کہ مترجم لہٗ کے تمام حالات اس کے سامنے ہوں، اس کے بارے میں ایسی عبارت لائے جو نہ اُسے اس کے حقیقی مقام سے اونچا کرے اور نہ گرا دے۔

۱۰:......ہویٰ پرستی کا شکار نہ ہو کہ وہ اس کو اپنی محبوب شخصیت کی مدح میں اطناب اور دیگر کے بارے میں تقصیر پر مجبور کرے، یا تو ہویٰ سے بالکل پاک ہو یا اس میں ایسا عدل ہو جو اس کے ہویٰ کو مغلوب کر کے انصاف پر مجبور کرے۔

طبری کا اپنا موقف و منہج

طبری نے تو خود اس کا بیان کیا ہے کہ

فما يكن في كتابي هذا من خبر ذكرناه عن بعض الماضين مما يستنكره قارئه، أو يستشنعه سامعه، من أجل أنه لم يعرف له وجها في الصحة، ولا معنى في الحقيقة، فليعلم انه لم يؤت في ذلك من قبلنا، وإنما أتى من قبل بعض ناقليه إلينا، وإنا إنما أدينا ذلك على نحو ما أدي إلينا [تاريخ الطبري: 8/1]

ترجمہ: اس کتاب میں جو بعض ایسی روایات ہیں جنہیں ہم نے پہلے لوگوں سے نقل کیا ہے، جن میں ہماری کتاب پڑھنے والے یا سننے والے اس بنا پر نکارت وعجب سا محسوس کریں گے، کہ اس میں انہیں صحت کی کوئی وجہ اور مطلب ومفہوم میں کوئی حقیقت نظر نہ آئے۔ تو انہیں جاننا چاہیے کہ ان کو بیان کرنا ہم نے خود اپنی طرف سے نہیں کیا۔ بلکہ اس کا منبع وہ ناقل ہیں جنہوں نے وہ روایات ہمیں بیان کیں، اور ہم نے وہ روایات اسی طرح نقل کر دی جس طرق سے وہ ہمیں پہنچیں۔

اس تحقیق سے واضح ہوا کہ نقل عبارت ہی کافی نہیں بلکہ اس کے مندرجات کا ثابت ہونا اور نصوص کے خلاف اور عقائد اہل سنت سے متصادم نہ ہونا ہے۔

تکفیر فقہی میں ''من شک'' کا استعمال

متکلم اسلام حضرت علامہ مولانا مفتی طارق انور مصباحی زید مجدہ
مدیر: ماہنامہ پیغام شریعت (دہلی)

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین

اما بعد!

تکفیر کلامی اور تکفیر فقہی دونوں میں ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا استعمال ہوتا ہے۔ تیسری صدی ہجری میں خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر فقہی میں مجتہد مطلق وامام المتکلمین حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وحضرات ائمہ محدثین رحمۃ اللہ علیہم نے ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول استعمال فرمایا ہے۔ قرآن کو غیر مخلوق ماننا ضروریات دین میں سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت سے ہے۔ بہت سے صحابہ کرام وتابعین عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی قطعیات غیر ضروریہ (ضروریات اہل سنت) کے انکار پر تکفیر کرتے تھے۔ یہ نفوس قدسیہ تکفیر فقہی کے مسئلہ میں فقہائے کرام کے پیشوا ومقتدا ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا:

قَدْ تَوَاتَرَ عن الصحابة و التابعين العظام و المجتهدين الاعلام عليهم الرضوان التام، اِكْفَارُ الْقَائِلِ بِخَلْقِ الكلام كَمَا نَقَلْنَا نُصُوْصًا كَثِيْرًا منهم فى (سبحٰن السبوح عن عيب كذب مقبوح) وَهُمُ الْقُدْوَةُ لِلْفُقَهَاءِ الْكِرَامِ فِيْ اِكْفَارِ كُلِّ مَنْ اَنْكَرَ قَطْعِيًّا - وَالْمُتَكَلِّمُوْنَ خَصُّوْهُ بالضرورى-وهو الاحوط

(المعتمد المستند: ص 50: المجمع الاسلامی مبارک پور)

ترجمہ: حضرات صحابہ کرام، تابعین عظام اور مجتہدین اعلام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے قرآن مقدس کو

السبوح میں نقل کیے،اور یہی حضرات امر قطعی کے ہر منکر کی تکفیر کے باب میں فقہائے کرام کے پیشوا ہیں ، اور متکلمین نے تکفیر کو ضروری دینی کے ساتھ خاص کیا ، اور یہ زیادہ احتیاط والا طریقہ ہے۔

دینی مسائل میں جوامور قطعی بالمعنی الاخص ہوں، وہ ضروریات دین میں سے ہیں اور جو مسائل قطعی بالمعنی الاعم ہوں ،وہ ضروریات اہل سنت میں سے ہیں ۔قرآن کے غیر مخلوق ہونے کا مسئلہ قطعی بالمعنی الاخص نہیں ،لہٰذا وہ ضروریات دین میں سے نہیں، بلکہ ضروریات اہل سنت میں سے ہے۔قرآن کو مخلوق ماننے والا متکلمین کے یہاں گمراہ ہوگا اور فقہائے احناف اوران کے مؤیدین کے یہاں کافر فقہی ہوگا۔ متاخرین فقہائے احناف قطعیات غیر ضروریہ (ضروریات اہل سنت) کے انکار پر تکفیر فقہی کرتے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک طبقہ خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر کرتا تھا۔ یہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مسئلہ تکفیر میں فقہائے کرام کے پیشوا وقائد ہیں ۔ ہر امر دینی کی طرح اس امر میں بھی حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متبع و پیروکار ہیں اورامت مسلمہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پیروکار ہیں۔ارشاد نبوی (ما انا علیه و اصحابی) کا یہی معنی ہے کہ اہل حق وہی جماعت ہے جو میرے اور میرے صحابہ کرام کے طریقے پر ہو۔

خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر فقہی

قرآن (کلام الٰہی) کو مخلوق ماننے کے سبب معتزلہ،جہمیہ وغیرہ کی تکفیر فقہی کی گئی۔امام اہل سنت قدس سرہ العزیز باب تکفیر میں مذہب متکلمین پر تھے،لہٰذا آپ نے خلق قرآن کے قائلین کی تکفیر کلامی نہیں فرمائی، نہ ہی وہ لوگ کافر کلامی ہیں، بلکہ کافر فقہی ہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں مرقوم ہے:

(من قال بخلق القرآن فهو كافر, كذا في الفصول العمادية) (فتاوىٰ عالمگیری)

ترجمہ: جو قرآن مجید کو مخلوق کہے، وہ کافر ہے۔ ایسا ہی فصول عمادیہ میں ہے۔

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ میں رقم فرمایا:

(قولہ: من قال بخلق القرآن فهو كافر) والصحيح لا)

(التعليقات الرضوية على الفتاوى الهنديه: ص 57-صديقى پبلشرز كراچى)

ترجمہ: مؤلف کا قول: جو قرآن مجید کو مخلوق کہے، وہ کافر ہے، اور صحیح یہ ہے کہ وہ کافر نہیں۔

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے متکلمین کا مذہب بیان فرمایا اور فتاویٰ ہندیہ نے فقہائے کرام کا مذہب بیان فرمایا گیا۔ متکلمین کافر فقہی کو اپنی اصطلاح میں گمراہ کہتے ہیں اور فقہائے کرام کی طرف نسبت کرتے ہوئے ملزم کو کافر فقہی، بحکم فقہا کافر یا عند الفقہا کافر کہتے ہیں، جیسا کہ امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے الکوکبۃ الشہابیہ اور سل السیوف الہندیہ میں اسماعیل دہلوی کو کافر فقہی قرار دیا۔ وہ کافر کلامی نہیں تھا، پس تکفیر کلامی نہیں فرمائی۔

علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی دہلوی کی تکفیر فقہی کی ہے، لیکن عہد حاضر میں بعض لوگوں کو کچھ شبہات ہو گئے ہیں۔ اگر اصحاب شبہات خود غور وفکر کریں تو ان شاء اللہ تعالیٰ شبہات دور ہو جائیں گے۔ تعنت وہٹ دھرمی کرنے والوں کا کوئی علاج نہیں۔ وہ لوگ سوفسطائیہ کی طرح بدیہیات کا انکار کرتے ہیں۔ سوفسطائیت مرض لاعلاج کا نام ہے۔

صدی سوم میں تکفیر فقہی میں ''من شک'' کا استعمال

(1) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا:

(قال ابوبكر بن عياش: من قال: القرآن مخلوق فهو كافر-ومن شك فى كفره فهو كافر) (الورع للامام احمد بن حنبل: جلد اول ص 88-مكتبه شامله)

ترجمہ: محدث ابوبکر عیاش نے فرمایا: جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر

میں کرے، وہ کافر ہے۔

(2) امام مسدد بن مسرہد بصری نے معتزلہ، جہمیہ وغیرہ کے فتنوں کے زمانے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے چند سوالات کیے۔امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں ایک رسالہ تصنیف فرمایا جو ''العقیدہ'' کے نام سے مشہور ہے۔آپ نے رقم فرمایا:

(وآمرکم أن لاتؤثروا علی القرآن شیئا-فإنه کلام اللہ وما تکلم اللہ به فلیس بمخلوق-وما أخبر به عن القرون الماضیة فلیس بمخلوق-وما فی اللوح المحفوظ وما فی المصحف وتلاوة الناس وکیفما وصف فهو کلام اللہ غیر مخلوق-فمن قال مخلوق فهو کافر باللہ العظیم-ومن لم یکفره فهو کافر)

(العقیدة للامام احمد بن حنبل، روایت محدث خلال حنبلی: ص 60-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ قرآن مجید پر کسی چیز کو ترجیح مت دو، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اللہ تعالیٰ کا کلام مخلوق نہیں، اور جس کلام کے ذریعہ قرون ماضیہ کی خبر دی، وہ مخلوق نہیں، اور جو لوح محفوظ میں ہے، وہ مخلوق نہیں۔جو مصحف میں اور لوگوں کی تلاوت میں ہے، اوراس کا جو بھی وصف بیان کیا جائے، وہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، غیر مخلوق ہے، پس جو کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا ہے، اور جو اس کو کافر نہ کہے، وہ کافر ہے۔

(3) امام عبد اللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا:

(عن سفیان بن عیینة یقول: القرآن کلام اللہ عز وجل-من قال مخلوق فهو کافر-ومن شک فی کفره فهو کافر)

(کتاب السنة لعبد اللہ بن احمد بن حنبل: جلد اول: ص 112-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں: قرآن مقدس اللہ عزوجل کا کلام ہے۔جو کہے کہ

قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

(4) امام عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا:

(قال هارون يعنى الفروى :القرآن كلام الله ,ليس بمخلوق -ومن قال مخلوق فهو كافر -ومن شك فى كفر الواقفه فهو كافر)

(كتاب السنة لعبد الله بن احمد بن حنبل :جلد اول ص 173-مكتبه شامله)

ترجمہ: محدث ہارون فروی نے فرمایا: قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ یہ مخلوق نہیں ہے۔ جو کہے کہ قرآن مخلوق ہے، وہ کافر ہے اور جو اس کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

خلق قرآن کے مسئلہ میں توقف کرنے والوں کو واقفہ کہا جاتا ہے۔

(5) امام الجرح والتعدیل محدث ابن شاہین (۲۹۷ھ-۳۸۵ھ) نے نقل فرمایا:

(قال ابو خيثمة :ومن شك فى كفر الجهمية فهو كافر)

(الكتاب اللطيف لابن شاهين :جلد اول ص 86-مكتبه شامله)

ترجمہ: محدث ابوخیثمہ نے فرمایا: جو فرقہ جہمیہ کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

(6) امام الجرح والتعدیل محدث ابن شاہین نے رقم فرمایا:

(قال ابو خيثمة :ومن شك فى كفر الجهمية فهو كافر)

(شرح مذاهب اهل السنة لابن شاهين :جلد اول ص 31-مكتبه شامله)

ترجمہ: محدث ابوخیثمہ نے فرمایا: جو فرقہ جہمیہ کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

(7) محدث ابن بطہ عکبری حنبلی (۳۰۴ھ-۳۸۷ھ) نے رقم فرمایا:

(القرآن فيه معانى توحيده ومعرفة آياته وصفاته واسمائه وهو علم من علمه غير مخلوق ... ومن قال مخلوق او قال كلام الله ووقف او شك او قال بلسانه

واضمرہ فی نفسہ فھو باللہ کافر، حلال الدم بریء من اللہ واللہ منہ بریء-ومن شک فی کفرہ ووقف عن تکفیرہ فھو کافر)

(الشرح والابانۃ علی اصول السنۃ والدیانۃ: جلداول ص186-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے معانی، اور اس کی آیات اور اس کی صفات طیبہ واسمائے مبارکہ کی معرفت ہے، اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے علوم میں سے ایک علم ہے، وہ غیر مخلوق ہے، اور جو کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے، یا کہے: اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور توقف یا شک کرے، یا اپنی زبان سے مخلوق کہے اور اپنے دل میں وہی عقیدہ رکھے، پس وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا، مباح الدم اور اللہ تعالیٰ سے بری ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے، اور جو شخص اس کے کفر میں شک کرے اور اس کی تکفیر سے توقف کرے، وہ کافر ہے۔

خلافت عباسیہ کے متعدد خلفا کے عہد میں معتزلہ کا بڑا اثر ورسوخ تھا۔وہ بعض خلفائے بنی عباس کو اپنی بداعتقادی کی طرف مائل کر چکے تھے۔حکومت کی جانب سے لوگوں کو خلق قرآن کے عقیدہ پر مجبور کیا جاتا۔اس عقیدہ کو نہ ماننے والوں کو بسا اوقات قتل بھی کر دیا جاتا۔قتل وہلاکت کا خوف ہو تو محض زبان سے کفریہ کلام کہنے کی اجازت ہے۔

(اوقال بلسانہ واضمرہ فی نفسہ) کا مفہوم یہ ہے کہ جو مجبوری کی حالت میں قرآن مقدس کو مخلوق کہے اور دل میں بھی وہی عقیدہ اختیار کر لے تو وہ بھی کافر ہے۔مجبوری میں محض زبان سے کفریہ کلام کہنے کی رخصت ہے۔کفریہ عقیدہ کو اختیار کرنے پر حکم کفر عائد ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:(من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرًا فعلیھم غضب من اللہ ولھم عذاب عظیم)(سورہ نحل: آیت 106)

(8) حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ لالکائی طبری (م ۴۱۸ھ) نے رقم فرمایا:

(عن ابی محمد عبد الرحمن بن ابی حاتم قال: سألت ابی و ابازرعة عن مذاهب اهل السنة فی اصول الدین وما ادرکا علیه العلماء فی جمیع الامصار - وما یعتقدان من ذلک - فقالا: ادرکنا العلماء فی جمیع الامصار حجازا وعراقا وشاما ویمنا - فکان من مذهبهم: الایمان قول وعمل یزید وینقص والقرآن کلام اللہ غیر مخلوق بجمیع جهاته - .... ومن زعم ان القرآن مخلوق فهو کافر باللہ العظیم کفرا ینقل عن الملة - ومن شک فی کفره ممن یفهم فهو کافر)

(شرح اصول اعتقاد اهل السنة: جلداول: ص 181 - مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابومحمد عبد الرحمن بن حاتم رازی نے فرمایا: میں نے اپنے والد امام الجرح والتعدیل محدث ابوحاتم رازی اور امام الجرح والتعدیل محدث ابوزرعہ رازی سے دریافت کیا اصول دین میں اہل سنت وجماعت کے مذاہب کے بارے میں اور جس پر ان دونوں حضرات نے تمام بلاد وامصار میں علمائے کرام کو پایا اور جو یہ دونوں حضرات اعتقاد رکھتے ہیں، پس ان دونوں حضرات نے فرمایا: ہم لوگوں نے حجاز، عراق، شام، یمن تمام بلاد وامصار میں علمائے کرام کو پایا کہ ان حضرات کا مذہب ہے کہ ایمان قول وعمل ہے، عمل گھٹتا بڑھتا ہے، اور قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، ہر جہت سے غیر مخلوق ہے۔............اور جو کہے کہ قرآن مقدس مخلوق ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کا انکار کرنے والا ہے، ایسا انکار جو مذہب اسلام سے خارج کردے، اور جو سمجھدار شخص اس کے کفر میں شک کرے، وہ کافر ہے۔

امام الجرح والتعدیل عبد الرحمن بن ابی حاتم رازی نے اپنے والد محدث ابوحاتم رازی اور امام الجرح والتعدیل محدث ابوزرعہ رازی سے اہل سنت وجماعت کے عقائد دریافت کیا تو ان دونوں محدثین نے عقائد اہل سنت بیان فرمایا، اور دونوں نے انہی عقائد میں بتایا کہ قرآن غیر مخلوق ہے، جو قرآن کو مخلوق

کہے، وہ کافر ہے، اور جو عقائد وحالات سے واقف ہو کر اس کافر کے کفر میں شک کرے، وہ بھی اسی طرح کافر ہے۔ تمام بلاد اسلامیہ، حجاز، عراق، شام ویمن وغیرہ کے علمائے اہل سنت کا یہی عقیدہ ہے۔

الحاصل تمام بلاد اسلامیہ کے علما تیسری صدی ہجری میں کافر فقہی کے لیے ''من شک'' کا اصول استعمال فرماتے تھے۔ یہ اصول تکفیر کلامی کے ساتھ خاص نہیں۔

اب پندرہویں صدی ہجری میں بعض اہل علم اس اصول کو کفر کلامی کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں۔ اہل علم ہی سے تسامح ہوتا ہے: ع/ گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں

(9) حافظ ابوالقاسم ہبۃ اللہ لالکائی طبری (م ۴۱۸ ھ) نے رقم فرمایا:

(قال ابو خیثمة: من زعم ان القرآن کلام اللہ مخلوق فھو کافر۔

ومن شک فی کفرہ فھو کافر)

(شرح اصول اعتقاد اھل السنة: جلددوم: ص 256-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: محدث ابوخیثمہ نے فرمایا: جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مقدس مخلوق ہے، وہ کافر ہے۔

(10) حافظ ابوالقاسم لالکائی نے تحریر فرمایا:

والقرآن کلام اللہ وعلمہ واسمائہ وصفاتہ وامرہ ونھیہ لیس بمخلوق بجھة من الجھات۔

ومن زعم انہ مخلوق مجعول فھو کافر باللہ کفرا ینقل عن الملة۔

ومن شک فی کفرہ ممن یفھم ولا یجھل فھو کافر)

(شرح اصول اعتقاد اھل السنة: جلداول: ص 181-مکتبہ شاملہ)

ترجمہ: قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، اور اس کا پاک علم اور اس کے مقدس اسما وصفات

اوراس کا امر ونہی ہے، وہ کسی اعتبار سے مخلوق نہیں۔ جو کہے کہ قرآن مجید مخلوق ومجعول ہے، پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے، ایسا کفر جو اسے مذہب سے خارج کردے، اور جو اس کے کفر میں شک کرے، ان میں سے جو حکم شرع سمجھتا ہو، اور لاعلم نہ ہو، وہ کافر ہے۔ بے شعور بچہ، مجنون اور جس کی عقل صحیح وسالم نہیں، ایسے لوگ کافر کے کفر کا انکار کریں تو ان کے انکار پر حکم کفر وارد نہیں ہوگا، کیوں کہ یہ لوگ حکم شرعی کو سمجھتے نہیں۔ ان کے پاس عقل تکلیفی نہیں۔ اسی طرح غیر مخالط مسلمین یا کوئی جاہل جس کو حکم شرعی کا علم نہ ہو کہ قرآن مجید کو مخلوق ماننے والا کافر ہے، ایسا شخص قرآن مجید کو مخلوق ماننے والے کے کفر انکار کرے تو اس کو حکم شرعی بتایا جائے۔ جب بتانے کے بعد بھی انکار کرے تو شرعی حکم وارد ہوگا۔

(11) امام ابوالحسن بن ابویعلی حنبلی (م۵۲۶ھ) نے امام احمد بن حنبل کے قول کو نقل فرمایا:

(فهو كلام الله غير مخلوق-فمن قال مخلوق فهو كافر بالله العظيم-ومن لم يكفره فهو كافر) (طبقات الحنابلة: جلد اول: ص342-مكتبه شامله)

ترجمہ: قرآن مقدس اللہ تعالیٰ کا کلام غیر مخلوق ہے، پس جو کہے کہ قرآن مجید مخلوق ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والا ہے، اور جو اس کو کافر نہ کہے، وہ کافر ہے۔

(12) ابوالقاسم اسماعیل بن محمد بن فضل تیمی اصبہانی (۴۵۷ھ-۵۳۵ھ) نے رقم فرمایا:

(ومن قال: لا اقول مخلوق ولا غير مخلوق فهو جهمي۔

ومن شك في كفر من قال: القرآن مخلوق بعد علمه وبعد ان سمع من العلماء المرضيين ذلك فهو مثله)

(الحجة في بيان المحجة وشرح عقيدة اهل السنة-جلد اول: ص240-مكتبه شامله)

ترجمہ: جو کہے کہ میں (قرآن مقدس کو) مخلوق یا غیر مخلوق نہیں کہتا ہوں، وہ جہمی ہے، اور جو

قرآن عظیم کومخلوق کہنے والے کے کفر میں شک کرے، اس کے(کفریہ عقیدہ وحکم کفر کے)علم کے بعداور علمائے مقبولین (علمائے حق) سے اس (عقیدۂ کفریہ وحکم کفر) کو جان لینے کے بعد تو وہ بھی اسی کی طرح(کافر) ہے۔

قرآن مقدس کومخلوق ماننے والا کافر فقہی ہے۔فرقہ معتزلہ وفرقہ جہمیہ وغیرہ خلق قرآن کے عقیدہ کے سبب کافرفقہی ہیں۔ان کے لیے’’من شک ‘‘ کااصول استعمال کیا گیا۔

اسماعیل دہلوی کے کفر کے بارے لوگ شبہ ظاہر کرتے ہیں کہ شاید کفر کلامی ہو،تب یہ اصول استعمال ہوا،لیکن خلق قرآن کا مسئلہ مشہور ہے کہ خلق قرآن کاقول کرنا کفر فقہی ہے۔

امام احمد بن حنبل، امام ابوزعہ رازی، محدث ابوحاتم رازی، محدث ابوبکر عیاش، محدث ابوخیثمہ، محدث سفیان بن عیینہ، محدث ہارون بن موسیٰ بن ابی علقمہ فروی مدینی وغیرہم (علیہم الرحمۃ و الرضوان) مشہور محدثین وفقہا ہیں، جنہوں نے خلق قرآن کے قائلین کے لیے’’من شک ‘‘ کا استعمال فرمایا۔

حضرت امام احمد بن حنبل ائمہ مجتہدین میں سے ہیں۔

اندازہ یہی ہے کہ سب سے پہلے خلق قرآن کے مسئلہ میں ہی’’من شک ‘‘ کا استعمال ہوا۔مسئلہ خلق قرآن کے سبب علم عقائد کا نام’’علم کلام‘‘ ہوا۔معتزلہ نے عباسی بادشاہ مامون رشید کے زمانے میں یہ فتنہ اٹھایا اور کئی بادشاہوں کے زمانے تک یہ فتنہ جاری رہا۔

اس مدت کوایام محنت (آزمائش کا زمانہ) سے تعبیر کیا گیا۔خلق قرآن کے انکار کے سبب بہت سے علمائے اہل سنت وجماعت کوقید میں ڈال دیا گیااور بہت سے علما کوشہید کر دیا گیا۔ ہماری کتاب ’’السواد الاعظم من عہد الرسالۃ الیٰ قرب القیامہ‘‘میں تفصیل ہے۔

تین عباسی سلاطین مذہب معتزلہ سے متاثر

سلاطین بنی عباس میں مامون بن ہارون رشید، معتصم بن ہارون رشید اور واثق بن معتصم بن ہارون

نے اعتزال کی راہ اختیار کی۔ بشر بن غیاث مریسی معتزلی (م ۲۱۸ھ) نے مامون کو گمراہ کیا۔ قاضی احمد بن ابوداؤد ایادی معتزلی (م ۲۴۰ھ) نے مامون، معتصم، واثق اور متوکل کا زمانہ پایا۔ اس نے معتصم اور واثق کو گمراہ کیا اور متوکل کو گمراہ نہ کرسکا، بلکہ اس کے زمانے میں سال ۲۳۳ھ میں فالج زدہ ہو گیا۔ یہ فالج ایسا سخت تھا کہ وہ پتھر کی طرح غیر متحرک بن کر رہ گیا۔

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۳ھ-۷۴۸ھ) نے لکھا:

وَفِیۡهَا اَصَابَ اَحۡمَدُ بۡنُ اَبِیۡ دَاؤُدَ فَالِجٌ صَیَّرَہٗ حَجَرًا مُلۡقٰی (تاریخ الاسلام: ج17: ص11)

ترجمہ: سال ۲۳۳ھ میں قاضی احمد بن ابوداؤد معتزلی کو فالج لگا، جس نے اسے مصیبت زدہ پتھر بنا دیا۔

مامون بن ہارون رشید کے بعد معتصم بن ہارون کی موت ۱۸: ربیع الاول ۲۲۷ھ کو ہوئی۔ اس کے بعد اس کا بیٹا واثق بن معتصم بادشاہ ہوا۔ ۲۴: ذی الحجہ ۲۳۲ھ کو واثق بن معتصم کی موت ہوئی، اور اس کے بعد متوکل بن معتصم باللہ خلیفۃ المسلمین کے منصب پر فائز ہوئے۔ انہوں نے اہل سنت وجماعت پر ہونے والے مظالم کو ختم کر دیا۔ اس طرح سال ۲۱۸ھ سے سال ۲۳۲ھ تک یعنی قریباً چودہ سال تک اہل سنت وجماعت کے ساتھ سلاطین بنی عباس کے مظالم کا ایک طویل سلسلہ جاری رہا، اور متوکل بن معتصم کے عہد میں یہ مظالم ختم ہوئے۔

"من شک" کے استعمال کے اسباب ومواقع

قانون یہی ہے کہ جو کافر کلامی کے کفر میں شک کرے، وہ اسی کی طرح کافر ہے۔

اسی طرح جو کافر فقہی کے کفر میں شک کرے، وہ اسی کی طرح کافر فقہی ہے، لیکن اس قانون کا استعمال ہر جگہ نہیں ہوتا، بلکہ جب کسی کے کفر وضلالت سے لوگوں کے متاثر ہونے کا خوف ہو تو اس قاعدہ کلیہ کا استعمال ہوتا ہے تاکہ لوگ اس فتنے سے محفوظ رہیں۔

چند مشہور مواقع استعمال کا ذکر مندرجہ ذیل ہے۔اس تفصیل سے یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ کفر فقہی وکفر کلامی دونوں میں مذکورہ قاعدہ کلیہ استعمال ہوتا ہے۔

''من شک'' کا استعمال اول

تیسری صدی ہجری میں خلق قرآن کے قائلین ،یعنی معتزلہ، کرامیہ، جہمیہ وغیرہ کے لیے''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا استعمال ہوا۔اندازہ ہے کہ سب سے پہلے اسی موقع پر یہ کلیہ استعمال کیا گیا: واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

''من شک'' کا استعمال دوم

عہد ماضی میں ان تبرائی روافض کے لیے مذکورہ اصول کا استعمال ہوا جو کافرفقہی تھے۔

امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے تبرائی روافض کو بحکم فقہا کافر ومرتد قرار دیا، اور حوالہ کے طور پر جو عبارتیں نقل فرمائیں، ان میں یہ اصول مذکور ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے۔یہ عہد ماضی کے تبرائی روافض کا حکم ہے، تمام روافض کا نہیں۔

عہد حاضر کے تبرائی روافض ضروریات دین کے انکار کے سبب کافر کلامی ہیں۔عہد ماضی وعہد حاضر کے تبرائی روافض کا جداگانہ حکم رسالہ: ردالرفضہ میں بیان کیا گیا ہے۔

تبرائی روافض سے متعلق فتاویٰ رضویہ کی بعض عبارتیں منقولہ ذیل ہیں۔

(1)''جواب سوال دوم: بلاشبہ رافضی تبرائی بحکم فقہائے کرام مطلقاً کافر مرتد ہے۔اس مسئلہ کی تحقیق وتفصیل کو ہمارا رسالہ''رد الرفضہ'' بحمد اللہ کافی ووافی۔یہاں دو چار سندوں پر اقتصار''۔(فتاویٰ رضویہ: جلد ششم :ص36-رضا اکیڈمی ممبئ)

عہد ماضی کے تبرائی روافض ضروریات دین کے منکر نہیں تھے، بعد میں ضروریات دین کے منکر

تکفیر فقہی میں من شک کا استعمال

ہوئے۔غالی روافض عہد ماضی میں بھی ضروریات دین کے منکر تھے،لہٰذا عہد ماضی کے غالی روافض بھی کافر کلامی ہیں۔روافض کا فرقہ تفضیلیہ جو محض تفضیل مرتضوی کا قائل ہو،وہ نہ کافر فقہی ہے،نہ کافر کلامی، بلکہ گمراہ محض ہے۔عہد ماضی کے تبرائی روافض کے لیے''من شک'' کے اصول کا استعمال''عقود الدریہ'' کی درج ذیل دوعبارتوں میں ہے۔

(2)''عقود الدریہ طبع مصر جلد اول ص92: دربارۂ روافض:

اعلم اسعدک اللہ تعالیٰ ان ھؤلاء الکفرۃ جمعوا بین اصناف الکفر-ومن توقف فی کفرھم والحادھم فھو کافر مثلھم۔ (فتاویٰ رضویہ: جلد ششم:ص37-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ: جان لو(اللہ تعالیٰ تمہیں سعادت مند بنائے) کہ یہ کفار(روافض) کفر کی متعدد قسموں کے جامع ہیں اور جو ان کے کفر والحاد میں توقف کرے،وہ انہیں کی مثل کافر ہے۔

(3)''**اجمع علماء الاعصار علیٰ ان من شک فی کفرھم کان کافرا**''۔

(بحوالہ:عقود الدریہ طبع مصر: جلد اول:ص93،فتاویٰ رضویہ: جلد ششم:ص37-رضا اکیڈمی ممبئی)

ترجمہ: کئی زمانوں کے علما کا اجماع ہے کہ جو ان(روافض) کے کفر میں شک کرے،وہ کافر ہے۔

(4)امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے رسالہ: رد الرفضہ میں تبرائی روافض کو بحکم فقہا کافر قرار دینے کے بعد تحریر فرمایا:''یہ حکم فقہی مطلق تبرائی رافضیوں کا ہے،اگرچہ تبرا وانکار خلافت شیخین رضی اللہ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں:

والاحوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار،لا کفار وبہ ناخذ۔

اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں، بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں، یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ

جوانہیں کافر نہ جانے، وہ خود کافر ہے۔ بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل، مرد و عورت، چھوٹے، بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں''۔

(رسالہ ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص 259- جامعہ نظامیہ لاہور)

منقولہ بالا عبارتوں میں کافر فقہی تبرائی روافض اور کافر کلامی تبرائی روافض دونوں کے لیے ''من شک فی کفرہ فقد کفر'' کا اصول استعمال کیا گیا۔ اقتباس دوم وسوم میں کافر فقہی تبرائی روافض کے لیے ''من شک'' کا استعمال کیا گیا ہے، اور اقتباس چہارم میں کافر کلامی تبرائی روافض کے لیے ''من شک'' کا اصول استعمال ہوا ہے۔

عہد ماضی کے تبرائی روافض سے متعلق امام اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ نے رقم فرمایا:

والاحوط فیہ قول المتکلمین انہم ضلال من کلاب النار، لا کفار وبہ ناخذ

(رسالہ ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص 259- جامعہ نظامیہ لاہور)

ترجمہ: اس بارے میں متکلمین کا قول ہے کہ یہ لوگ (عہد ماضی کے تبرائی روافض) گمراہ جہنمی کتے ہیں، کافر نہیں اور اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

عہد حاضر کے تبرائی روافض (منکران ضروریات دین) سے متعلق تحریر فرمائے:

''اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں، بلکہ یہ تبرائی علی العموم منکران ضروریات دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں، یہاں تک کہ علمائے کرام نے تصریح فرمائی کہ جوانہیں کافر نہ جانے، وہ خود کافر ہے۔ بہت عقائد کفریہ کے علاوہ دو کفر صریح میں ان کے عالم جاہل، مرد و عورت، چھوٹے، بڑے سب بالاتفاق گرفتار ہیں''۔

(رسالہ ردالرفضہ: فتاویٰ رضویہ: جلد 14: ص 259- جامعہ نظامیہ لاہور)

’’من شک‘‘ کا استعمال سوم

اسماعیل دہلوی کی تکفیر فقہی قطعی میں بھی ’’من شک‘‘ کا اصول استعمال کیا گیا۔ دہلوی کی ضلالت وگمراہی پھیل رہی تھی۔اس کے سدباب اور عوام مسلمین کے ایمان وعقیدہ کومحفوظ رکھنے کے واسطے یہ اصول استعمال کیا گیا۔

’’من شک‘‘ کا استعمال چہارم

مسلک دیوبند کے اشخاص اربعہ اور قادیانی کی تکفیر کلامی میں ’’من شک‘‘ کا اصول استعمال کیا گیا۔ یہ پانچوں کافر کلامی ہیں ۔ ان لوگوں کی گمراہی پھیل رہی تھی ۔اس کا سد باب ضروری تھا، لہٰذا مذکورہ اصول کا استعمال کیا گیا۔

المعتمد المستند میں سرسید کی تکفیر کی گئی ،لیکن حسام الحرمین کے استفتا میں اس کا ذکر نہیں کیا گیا، کیوں کہ نہ وہ مذہبی رہنما کی حیثیت سے متعارف تھا، نہ ہی وہ اپنے مذہب کی تبلیغ کرتا تھا، نہ لوگوں کواس کی دعوت دیتا تھا۔انگریزوں اور سائنس دانوں کے اطمینان قلب کی خاطر اس نے جو کچھ لکھا تھا۔ان تحریروں میں بہت سے کفریات کلامیہ تھے۔

لفظ’’عذابہ‘‘ کا مفہوم

(من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر) میں لفظ’’وعذابہ‘‘ سے مجرم کے دائمی معذب ہونے کا ذکر کیا جاتا ہے، کیوں کہ کافر کلامی بھی کافر اصلی کی طرح دائمی معذب ہے۔

کافر فقہی دائمی معذب نہیں، اسی لیے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے عہد میں جب خلق قرآن کے قائلین کے لیے اس اصول کا استعمال ہوا تو اس کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہیں، یعنی (من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر) کا استعمال نہیں ہوا، بلکہ (من شک فی کفرہ فقد کفر) کہا گیا۔حضرت

علامہ خیرآبادی قدس سرہ العزیز نے بھی دہلوی کی تکفیر میں اس کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہیں کیا ۔اہل علم کے لیے یہ واضح دلیل ہے کہ وہ فتویٰ کفر فقہی کا ہے۔تکفیر کلامی میں مجرم کے دائمی معذب ہونے کا بھی ذکر ہوتا ہے،جیسا کہ ''حسام الحرمین''میں ''**من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر**'' کا استعمال ہوا۔

حضرت علامہ خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے فتویٰ کا وہ حصہ منقولہ ذیل ہے۔

''وجواب سوال سوم ایں است کہ: قائل ایں کلام لا طائل ازروئے شرع مبین بلا شبہ کافر وبے دین است۔ھر گز مومن ومسلمان نیست، وحکم اُو شرعاً قتل وتکفیر است ، وھر کہ در کفر اُو شک آرد، یا تردد دارد، یا ایں استخفاف را سھل انگارد، کافر وبے دین ونامسلمان ولعین است''۔

(تحقیق الفتویٰ: فارسی نسخہ: ص434-مکتبہ قادریہ لاہور)(سیف الجبار:ص88-مطبوعہ کانپور)

ترجمہ: تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس بے ہودہ کلام کا قائل ازروئے شریعت کافر اور بے دین ہے اور ہرگز مسلمان نہیں ہے اور شرعاً اس کا حکم قتل اور تکفیر ہے۔جو شخص اس کے کفر میں شک کرے ،یا تردد لائے ،یا اس بے ادبی کو معمولی جانے ،کافر وبے دین اور نا مسلمان وملعون ہے۔

دہلوی کے دائمی معذب ہونے کا ذکر نہ کرنا واضح قرینہ ہے کہ یہ تکفیر فقہی ہے۔

''براہینِ قاطعہ'' کا اصل مؤلف کون؟ ساجد خان دیوبندی کی جہالت کا علاج

میثم عباس قادری رضوی حفظہ اللہ تعالیٰ

الحمد للہ رب العٰلمین: والصلوٰۃ والسلام علیٰ شفیع المذنبین

امابعد!

بدنامِ زمانہ کتاب ''براہینِ قاطعہ'' گوکہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی۔ لیکن متعدد دیوبندی کتب سے ثبوت ملتا ہے کہ اس کے اصل مؤلف مولوی رشید احمد گنگوہی ہیں۔ اسی وجہ سے اس حقیقت سے باخبر بعض علمائے اہلِ سنت نے ''براہینِ قاطعہ'' کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب قرار دیا ہے۔ صدرُ الشریعہ حضرت علامہ مولانا محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''براہینِ قاطعہ، مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب ہے۔ جوانہوں نے اپنے ایک شاگرد مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے نام سے شائع کرائی ہے''

(فتاوٰی امجدیہ، جلد ۴، صفحہ ۱۰۰، مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام باغ روڈ، کراچی)

☆ مولوی اسیرؔ ادروی دیوبندی نے ''براہین قاطعہ'' کے مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف ہونے سے اِنکار کرتے ہوئے اتنا ضرور تسلیم کیا ہے کہ:

''البتہ ہدایات، مشورے، بہت سے مضامین ومسائل حضرت گنگوہی کے ہوسکتے ہیں''

(مولانا رشید احمد گنگوہی، حیات اور کارنامے، صفحہ ۱۰۷، مطبوعہ شیخ الہند اکیڈمی، دارالعلوم، دیوبند)

اسی سلسلے میں مزید لکھا ہے:

''سچائی یہ ہے کہ ''براہینِ قاطعہ'' حضرت گنگوہی کے ایماء ہی سے نہیں، بلکہ ان کے مشوروں

اور ہدایتوں اور رہنمائیوں کی روشنی میں لکھی گئی‘‘۔

(مولانا رشید احمد گنگوہی، حیات اور کارنامے، صفحہ ۱۱۱، مطبوعہ شیخ الہند اکیڈمی، دار العلوم، دیوبند۔

اشاعت: رجب ۱۴۱۸ھ/نومبر ۱۹۹۷ء)

☆ مولوی عبد الرحیم چار یاری دیوبندی نے بھی ’’براہینِ قاطعہ‘‘ کے مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف ہونے سے اِنکار کیا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب: ’’تحفظِ عقائدِ اہلِ سنت‘‘، صفحہ ۴۲۲ تا ۴۲۴ (مطبوعہ جامعہ حنفیہ، شیخوپورہ روڈ، فیصل آباد۔ اشاعت: جمادی الاولیٰ ۱۴۳۷ھ/ مارچ ۲۰۱۶ء)

☆ صمصامُ المناظرین، اجمل العلما، حضرت علامہ مولانا محمد اجمل سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ نے ’’رَدِّ شہابِ ثاقب‘‘ میں ’’امکانِ کذبِ باری تعالیٰ‘‘ کے اِثبات میں ’’براہینِ قاطعہ‘‘ کی ایک عبارت نقل کر کے لکھا ہے:

’’اس عبارت سے ثابت ہو گیا کہ یہی گنگوہی مسئلہ امکانِ کذب کا قائل تھا‘‘

(ردشہابِ ثاقب، صفحہ ۲۵۰، مطبوعہ اِدارہ غوثیہ رضویہ، کرم پارک، مصری شاہ، لاہور۔ ایضاً، صفحہ ۲۸۹، مطبوعہ ازھر بک ڈپو، جامع مسجد آرام باغ، کراچی)

اس پر ساجد خان دیوبندی نے اپنی بھڑاس نکالتے ہوئے لکھا ہے:

’’اس جاہل کو اِتنا بھی علم نہیں کہ امکانِ کذب کی وہ عبارت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی نہیں، بلکہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی ہے‘‘

(دِفاعِ اَھلِ السُنَّۃِ والْجَمَاعَۃ، جلد ۱، صفحہ ۳۶۶، مطبوعہ مکتبہ ختم نبوۃ، پشاور۔ طبع اوّل)

اب دو ہی باتیں ہیں۔

پہلی بات: اس جاہل، بدزبان معترض ساجد خان کو خود بھی علم نہیں ہے کہ دیوبندی علمانے ’’براہینِ قاطعہ‘‘ کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف قرار دیا ہے۔

دوسری بات: اس جاہل بدزبان کو اس بات کا علم تو ہے کہ دیوبندی علما نے بھی ''براہینِ قاطعہ'' کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف قرار دیا ہے۔لیکن اپنی بھڑاس نکالنے کے لیے جان بوجھ کر اس نے فریقِ مخالف کو جاہل کہا ہے۔

چونکہ متعدد اکابر علماے دیوبند نے ''براہینِ قاطعہ'' کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف قرار دیا ہے، اس لیے مولوی اسیر ادروی دیوبندی، مولوی عبدالرحیم چار یاری دیوبندی اور ساجد خان دیوبندی کے ''براہینِ قاطعہ'' کے مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف ہونے سے اِنکار کی کوئی حیثیت نہیں، کیونکہ مولوی ابوبکر غازی دیوبندی نے اُصول بیان کیا ہے کہ:

''کسی بھی مذہب کا ماخذ اکابر کا کلام ہوتا ہے، چھوٹوں کا کلام ماخذ نہیں بن سکتا''۔

(کچھ دیر غیر مقلدین کے ساتھ، صفحہ ۱۶۱، مطبوعہ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

اب ذیل میں وہ حوالہ جات پیش کیے جا رہے ہیں جن میں ''براہینِ قاطعہ'' کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف کہا گیا ہے، یا اسے مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف کہنا دُرست قرار دیا گیا ہے۔

(۱) مولوی عبدالحیٔ حسنی دیوبندی کی کتاب ''نزہۃ الخواطر'' (جس کی تکمیل مولوی ابوالحسن علی ندوی دیوبندی نے کی ہے) میں مولوی رشید احمد گنگوہی کے تذکرہ میں ان کی تصنیفات میں ''براہینِ قاطعہ'' کا نام بھی لکھا ہے۔اقتباس ذیل میں ملاحظہ کریں:

له مصنفات مختصرة قليلة، منها "تصفية القلوب" و"امدادالسلوک" و"هداية الشيعة" و"زبدة المناسک" و"هداية المعتدى" و"سبيل الرشاد" و"البراهين القاطعة فى الرد على الانوار الساطعة" للمولوى عبدالسميع الرامفورى طبع باسم الشيخ خليل احمد السهارنفورى (نزہۃ الخواطر، صفحہ ۱۲۳۱، ناشر دار ابن حزم، بیروت لبنان)

ترجمہ:'' آپ کی تصنیفات بہت تھوڑی ہیں۔جن میں چند یہ ہیں(۱) ''تصفیة القلوب''
(۲) ''امدادالسلوک''(۳)''هداية الشيعة''(۴) ''زبدة المناسک'' (۵)
''هداية المعتدی '' (۶) ''سبيل الرشاد''(۷) البراهين القاطعة فی الرد علی
الانوار الساطعة۔ جومولوی عبدالسمیع رامپوری کی ہے،اَور اپنے شیخ خلیل احمد سہارنپوری کے
نام سے شائع کی گئی ہے''

(نزہۃ الخواطر، جلد ہشتم، اُردو ترجمہ بنام: چودھویں صدی کے علمائے برصغیر، صفحہ ۲۲۶، ناشر
دارالاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی)

دیوبندی مذہب کی اس معتبر کتاب سے ثابت ہوگیا کہ ''براہینِ قاطعہ'' مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب ہے، جومولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی تھی۔اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ''نزہۃ الخواطر'' میں مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا تذکرہ بھی شامل ہے۔لیکن ان کے تذکرہ میں ''براہینِ قاطعہ'' کا نام شامل نہیں ہے۔ملاحظہ کریں ''نزہۃ الخواطر'' (صفحہ ۱۲۲۳، ناشر دار ابن حزم، بیروت لبنان۔ایضاً: اُردو ترجمہ بنام: چودھویں صدی کے علمائے برصغیر، صفحہ ۲۰۸ ، ناشر دار الاشاعت، اُردو بازار، ایم اے جناح روڈ، کراچی)۔

نوٹ: ''نزہۃ الخواطر'' سے نقل کیے گئے عربی اقتباس کی آخری سطر کا اُردو ترجمہ پڑھ کر دیوبندی مترجم کی نااہلی عیاں ہوتی ہے۔

(۲) مولوی حفظ الرحمان کملائی دیوبندی بن محب الرحمان کملائی (رئیس دارالافتاء جامعہ رحمانیہ عربیہ، ڈھاکہ، بنگلہ دیش) کی کتاب ''البدور المضية فی تراجم الحنفية'' میں ''نزہۃ الخواطر'' سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔جس میں ''براہینِ قاطعہ'' کو گنگوہی صاحب کی تالیف قرار دیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو ''البدور المضية'' (جز سابع صفحہ ۲۸۶، ۲۸۷ مطبوعہ دَارُ الصَّالح

قاھرہ)۔''البدور المضیة''میں''نزہۃ الخواطر''سے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے ۔لیکن یہاں بھی ان کے تذکرہ میں ''براہینِ قاطعہ'' کا نام شامل نہیں ہے۔ملاحظہ کریں ''البدور المضیة فی تراجم الحنفیة''(جز سابع،صفحہ ۱۶۲،مطبوعہ دَارُ الصَّالح،قاہرہ)

(۳) الدکتور یُوسف المرعسیلی (اُستَاذ الْحَدِیْث وَالفِقْه فِی کلیّة الشَّریعة بجامعة بیروت الاسلامیّة) کی کتاب ''نَثْرُ الْجَوَاهِر وَالدُّرَر فِی عُلَمَاء الْقَرْن الرَّابِع عَشَرْ''(حرف الراء،صفحہ ۴۳۷،مطبوعہ دَارُ المعرفۃ،بیروت،لبنان) میں بھی ''نزہۃ الخواطر'' سے مولوی رشید احمد گنگوہی کا تذکرہ شامل کیا گیا ہے۔جس میں ''براہینِ قاطعہ'' کو گنگوہی صاحب کی تالیف قرار دیا گیا ہے ۔''نَثْرُ الْجَوَاهِر وَالدُّرَر''میں''نزہۃ الخواطر''سے مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا تذکرہ بھی شامل کیا گیا ہے ۔لیکن (''نزہۃ الخواطر''اور''البدور المضیة'' کی طرح) یہاں بھی ان کی تالیفات کے تذکرہ میں ''براہینِ قاطعہ'' کا نام موجود نہیں ہے۔ملاحظہ کریں ''نَثْرُ الْجَوَاهِر وَالدُّرَر''(حرف الخاء،صفحہ ۴۱۲،مطبوعہ دَارُ المعرفۃ،بیروت،لبنان)

(۴) رشید رضا مصری وہابی (ایڈیٹر:المنار و مؤلف تفسیر:المنار) کو ۱۳۳۰ ہجری میں بطورِ خاص دعوت دے کر دارُ العلوم دیوبند میں بُلایا گیا،اور اُن کے لیے خیر مقدم کا ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا ۔اس بات کا ذکر مولوی انور شاہ کشمیری دیوبندی کی سوانح پر مشتمل اکثر کتب میں فخریہ کیا جاتا ہے۔ سرِ دست ملاحظہ ہو مولوی ثناء اللہ سعد شجاع آبادی دیوبندی کی کتاب:''واقعات و کرامات اکابر علمائے دیوبند''،صفحہ ۱۹۱ (مطبوعہ عمر پبلی کیشنز،یوسف مارکیٹ،غزنی سٹریٹ،اُردو بازار،لاہور)۔(یہاں ہم اس بحث میں نہیں پڑتے کہ دیابنہ آمدِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں جلسہ کرنا ناجائز،اور ایک وہابی کی آمد کی خوشی میں جلسہ کرنا جائز سمجھتے ہیں)۔انہی رشید رضا مصری نے ''صِیَانَةُ الْاِنْسَانِ عَنْ وَسْوَسَةِ الشَّیْخ دَحْلَان'' کے مقدمہ میں مولوی خلیل انبیٹھوی دیوبندی کے شیخ اجازت سید زینی دحلان مکی

تنقید کرتے ہوئے ''براہینِ قاطعہ'' کے اصل مؤلف کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھا ہے:

''فقدقال صاحب کتاب(البراهین القاطعة علی ظلام الأنوارالساطعة)المطبوع بالهند:''ان شیخ علماء مکة فی زماننا(قریب من سنة۱۳۰۳)قدحکم۔أی أفتی۔ بایمان أبی طالب وخالف الأحادیث الصحیحة لأنه أخذ الرشوة الربابی القلیلة من الرافضی البغدادی''۔اھ۔

وشیخ مکه فی ذلک العهد هوالشیخ احمددحلان الذی توفی سنة۱۳۰۴، وصاحب الکتاب المذکورهو العلامة الشیخ رشیداحمدالکنکوهی مؤلف (کتاب : بذل المجهودشرح سنن أبی داود)والخبر مذکورفیه، وهوقد نسب الی أحد تلامیذ مؤلفه الشیخ خلیل احمدو الصحیح أنه هو الذی أملاه علیه وهو کبیر علماءِ دیوبندفی عصرہ رَحِمَهُ اللّٰہ''

(صِیَانَةُ الْاِنْسَانِ عَنْ وَسْوَسَةِ الشَّیْخِ دَحْلَان،صفحہ۴۷،مطبوعہ دارالکتب ، دکان ۱۳۔۱۴، صدف پلازہ، محلہ جنگی، پشاور۔پاکستان)

ترجمہ:''کتاب''البراهین القاطعة علی ظلام الأنوار الساطعة''مطبوعہ ہند کے مصنف نے لکھا ہے کہ:''ہمارے زمانے (۱۳۰۳) میں مکہ کے ایک شیخ نے فتویٰ دیا کہ:''ابوطالب مؤمن تھا''۔حالانکہ اس فتویٰ میں انہوں نے صحیح احادیث کا اِنکار کیا۔مگر یہ فتویٰ اس نے اس لیے دیا کہ اس نے ایک بغدادی رافضی سے رشوت لی تھی''۔اس کتاب میں جس دَور کا ذکر ہے وہ دَورشیخ دحلان کا ہی ہے،جس کا انتقال ۱۳۰۴ ہجری ہے۔مذکورہ کتاب کے مصنف شیخ رشید احمد کلکتوی (دُرُست: گنگوہی از ناقل) جنہوں نے (''بذل المجهود شرح سنن أبی داؤد''، لکھی ہے) یہ واقعہ اس کتاب میں (''البراهین''میں مذکورہ ہے) اورمؤلف کے

شاگرد شیخ خلیل احمد کی طرف منسوب ہے۔صحیح بات یہ ہے کہ یہ کتاب مؤلف نے انہی (خلیل) کو اِملا کروائی تھی۔ یہ اپنے دَور میں دیو بند کے بڑے علما میں شمار ہوتے تھے''

(اظہارِ حق ، اُردو ترجمہ: صیانۃ الانسان عن وسوسۃ الشیخ دحلان، صفحہ ۳۶، مطبوعہ۔ مترجم: عبدالعظیم حسن زئی غیر مقلد)

نوٹ: اس کتاب پر ناشر کا پتہ نہیں لکھا۔ البتہ ''اسٹاکسٹ'' کے تحت ''مکتبہ ایوبیہ، ناشران اِسلامی کتب وقرآن مجید، حدیث محل، اے ایم نمبر ا، محمد بن قاسم روڈ، کراچی'' اور ''مکتبہ ستاریہ، جامعہ ستاریہ اِسلامیہ ، بلاک ۶ ، گلشنِ اقبال، کراچی'' کے نام لکھے ہیں۔

(۵) ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمان دیوبندی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے تذکرہ میں لکھا ہے:

''تالیف کی طرف زیادہ توجہ نہ تھی۔ پھر بھی چند تصانیف: ''تصفیۃ القلوب''۔ ''امداد السلوک''۔ ''ھدایۃ الشیعۃ''۔ ''زبدۃ المناسک''۔ ''ھدایۃ المعتدی''۔ ''سبیل الرشاد''۔ ''براہینِ قاطعہ'' اور اختلافی مسائل میں بعض رسائل۔ آپ کے مکتوبات کا بھی ایک مجموعہ آپ کے احباب نے جمع کیا ہے۔ اور فتاوٰی کا مجموعہ تین جلدوں میں ہے''

(الامام الھمام الاوحد مولانا الشیخ خلیل احمد المدنی المہاجر قُدِّسَ سِرُّہٗ، صفحہ ۱۳۷، مطبوعہ مکتبہ عمر فاروق، شاہ فیصل کالونی، کراچی)

(۶) مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی سوانح میں لکھا ہے:

''براہینِ قاطعہ، حضرت امامِ ربانی کے حکم سے لکھی گئی اور آپ نے اس کو من اوّله الی آخرہ بغور ملاحظہ فرما کر تقریظ تحریر فرمائی۔ اس کو بھی مِنْ وَجْہٍ حضرت کی تصنیف میں شمار کر سکتے ہیں ۔یہ ''انوارِ ساطعہ'' کا جواب اور رَدِّ بدعات و تحقیقِ سنت میں وہ لاثانی کتاب ہے جس کو حضرت کے رنگِ نسبت اور کمالاتِ علمی و عملی کا مظہر کہیں، تو بجا ہے سنت کے عشق میں جو غصہ

انداز، اَور شانِ جلالی کا اِظہار اِس میں نظر آتا ہے وہ دیگر تصانیف میں کم ہے"۔

(تذکرۃ الرشید، جلد ۲، صفحہ ۱۴۱ ۳، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور)

اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھا ہے:

"انوارِ ساطعہ کی دل آویز تحریر کو آپ ضبط نہ کر سکے اور "براہین" جیسی ضخیم کتاب جس کے لفظ لفظ سے غصہ و رنج ٹپک رہا ہے، چند ہفتوں میں آپ کے حکم سے لکھی گئی اور چھپ کر اطرافِ عالم میں شائع ہوگئی" (تذکرۃ الرشید، ج ۲، ص ۴۲، مطبوعہ ادارہ اسلامیات، ۱۹۰۔ انارکلی، لاہور)

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی نے دَبے لفظوں میں "براہینِ قاطعہ" کو مولوی رشید احمد گنگوہی کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔

(۷) مفتی حافظ عبدالباسط خان دیوبندی نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی سوانح میں لکھا ہے:

"براہینِ قاطعہ: یہ رسالہ اگرچہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے "انوارِ ساطعہ" کے جواب میں تحریر کیا تھا۔ لیکن چونکہ مولانا گنگوہی کے ایماء پر اکٹھا کیا تھا، اور آپ ہی نے اسے حرف بحرف پڑھا ہے۔ اس لیے اسے آپ کی تصانیف میں بھی شمار کیا جاسکتا ہے"۔

(مولانا رشید احمد گنگوہی حیات وخدمات، صفحہ ۷ ۱۳، مطبوعہ مکتبۃ الحسن، ۳۳۔ حق سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور)

(۸) مفتی عزیز الرحمان دیوبندی (مدنی دارُالافتاء، بجنور) نے "تفسیرِ رشیدی" کے ابتدایہ میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیفات کے بیان میں چھٹے نمبر پر لکھا ہے:

"البراہین القاطعہ: رَدِّ بدعت میں بہترین کتاب ہے"

(تفسیر رشیدی، صفحہ ۱۲، ناشر: مکتبہ عبادیہ، نہٹور۔ یوپی۔ اشاعت ۱۳۹۰ھ۔ ایضاً: صفحہ ۲۱، مطبوعہ ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ اشاعت: رجب المرجب ۱۴۴۳ھ۔ کمپیوٹرائڈ یشن)

(۹) مفتی ابوبکر علوی دیوبندی (فاضل جامعہ دارُ العلوم، کراچی و جامعہ حقانیہ ساہیوال، سرگودھا) کی مرتبہ کتاب میں قاضی مظہر حسین دیوبندی کے نام خط میں مولوی احمد عبدالرحمان صدیقی دیوبندی کا خط شامل ہے، جس میں لکھا ہے:

''بندہ نے حضرت مولانا عبدالحفیظ مکی دامت برکاتہم خلیفۂ ارشد حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے خود سنا ہے کہ اُنہوں نے براہِ راست حضرت الشیخؒ (مولوی زکریا کاندھلوی دیوبندی: ناقل) سے کئی دفعہ سنا کہ ''براہینِ قاطعہ'' حضرت گنگوہی کی تصنیفِ لطیف ہے۔ جو اُنہوں نے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے اسمِ گرامی سے لکھوایا تھا (اصل میں ایسے ہی ہے: ناقل)'
(محمد مکی مالکی کی کتاب ''اِصلاحِ مفاہیم'' پر تحقیقی نظر، صفحہ ۳۵، ناشر: مدرسہ خدام اہلِ سنت تعلیم القرآن، کرم آباد، وحدت روڈ، لاہور۔ طبع اوّل ۲۰۰۶ء/ ۱۴۲۷ھ)

(۱۰) پروفیسر نثار احمد فاروقی دیوبندی نے لکھا ہے:

''کتاب ''البَراهِینُ الْقَاطِعَه علی ظَلَامِ الْاَنْوَار السَّاطِعه'' مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی۔ یہ دراصل مولانا رشید احمد گنگوہی نے لکھی تھی اور مولانا خلیل احمد کے نام سے چھپی۔ اس کا پورا نام ''البَراهِینُ الْقَاطِعَه عَلی ظَلَامِ الْاَنْوَار السَّاطِعه، الملَقَّبْ: بالدَّلَائِل الْوَاضِحَه عَلٰی کراهةِ الرُّوح مِنَ الْمَولُودِ و الفَاتِحه'' ہے۔ بڑے سائز کے ۲۷۶ صفحات پر مشتمل یہ کتاب مولوی محمد یحیٰی کاندھلوی، تاجرِ کتب گنگوہ ضلع سہارنپور نے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی فرمائش سے ''بلالی اسٹیم پریس، ساڈھورہ'' میں ۱۳۰۴ھ میں چھپوائی۔ اس کا لب و لہجہ ابتداء سے ہی تلخ اور جارحانہ ہے''
(نوادرِ امدادیہ، صفحہ ۶۲، ۶۳، مطبوعہ حضرۃ سید محمد گیسو دراز تحقیقاتی اکیڈمی، روضۂ منورہ بزرگ، گلبرگہ شریف، کرناٹک)

(۱۱) مولوی رشید احمد گنگوہی کے ''فتاویٰ رشیدیہ''، حصہ اوّل، مطبوعہ ''شمس المطابع، مراد آباد'' کے آخری صفحہ (۲۶۱) پر ''تالیفات زبدۃ الفقہاء والمحدثین، حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی قُدِسَ سِرُّہٗ'' کے تحت ''امداد السلوک'' کے بعد دوسرے نمبر پر ''براہینِ قاطعہ'' کا نام لکھا ہے۔

(۱۲) مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے تذکرہ پر مشتمل مولوی یعقوب نانوتوی دیوبندی کی کتاب ''سوانح عمری''، مطبوعہ ''مطبع قاسمی دیوبند، ضلع سہارنپور'' کے آخر میں صفحہ ۱۳۱ پر عماد الدین انصاری، ناظم: کتب خانہ و مطبع قاسمی، دیوبند نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیفات میں ''براہینِ قاطعہ'' کا نام بھی لکھا ہے۔

(۱۳) مولوی قاسم نانوتوی دیوبندی کے رسالہ ''جواب ترکی بہ ترکی''، مطبوعہ ''مطبع قاسمی، دیوبند'' کے آخر میں بھی عماد الدین انصاری، ناظم: کتب خانہ و مطبع قاسمی، دیوبند نے مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیفات میں ''براہینِ قاطعہ'' کا نام لکھا ہے۔ (صفحہ ۱۳۱، مطبوعہ مطبع قاسمی دیوبند ضلع سہارنپور)

(۱۴) مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کی کتاب ''اِصلاح ترجمۂ دہلویہ''، مطبوعہ ''نول کشور پریس، لاہور'' کے آخر میں (صفحہ ۵۵ پر) مولوی رشید احمد گنگوہی کے شاگردِ خاص مولوی محمد یحییٰ دیوبندی، تاجر کتبِ دینیات، گنگوہ ضلع سہارنپور نے ''تالیفات مولانا رشید احمد صاحب رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ'' کے تحت ''براہینِ قاطعہ'' کا نام بھی لکھا ہے۔

(۱۵) مولوی اشرفعلی تھانوی دیوبندی کی کتاب ''القول الصواب فی تحقیق مسئلۃ الحجاب'' مطبوعہ ''مطبع بلالی، ساڈھورہ'' کے آخر میں بھی مولوی محمد یحییٰ کاندھلوی دیوبندی، تاجر کتبِ دینیات، گنگوہ ضلع سہارنپور نے ''تالیفات مولانا رشید احمد صاحب رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ'' کے تحت ''براہینِ قاطعہ'' کا نام لکھا ہے۔

(۱۶) مولوی محمود حسن دیوبندی کی کتاب ''الجہدُ المقل'' حصہ اوّل، مطبوعہ ''مطبع بلالی، ساڈھورہ'' کے آخر میں بھی مولوی محمد یحییٰ دیوبندی، تاجر کتبِ دینیات، گنگوہ ضلع سہارنپور کی طرف سے ''حضرت مولانا مولوی رشید احمد صاحب عَمَّ فَیْضہٗ کی تصانیف'' کے تحت ''براہینِ قاطعہ'' کا نام لکھا ہے۔

قارئین! راقم نے ساجد خان دیوبندی کی ''جہالت'' کا علاج کرنے کے لیے (دیابنہ کے ممدوح وہابی ''رشید رضا مصری'' سمیت) گھر کے بھیدی کئی دیوبندی علما کے حوالہ جات پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ''براہینِ قاطعہ'' مولوی رشید احمد گنگوہی کی کتاب ہے۔

مفتی اقتدار خان نعیمی نے ''راہِ جنت'' کے نام سے کتاب لکھی، تو اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولوی سرفراز گکھڑوی دیوبندی نے لکھا:

> ''کتاب ''راہِ جنت'' جو ''راہِ سنت'' کے جواب میں لکھی گئی ہے، اس کا مصنف اگرچہ مفتی احمد یار خاں صاحب کے فرزندِ ارجمند مولوی مفتی اقتدار احمد خاں صاحب کو بتایا گیا ہے، لیکن یہ صرف کاغذی ہی کاروائی ہے۔ یہ کتاب درحقیقت خود مفتی احمد یار خان صاحب ہی کی تالیف ہے۔ کیونکہ

بھر رنگے کہ خواھی جامہ مے پوش من اندازِ قدت را مے شناسم

مفتی صاحب نے شاید یہ خیال کیا ہوگا کہ علم اور تحقیق کے میدان میں پہلے بھی بڑی رُسوائی ہو چکی ہے، اس لیے اب اس بڑھاپے میں ذِلّت اور رُسوائی کی یہ بھاری گٹھڑی اور کیوں اُٹھاؤں، چلو اَب برخوردار کے نام سے پسِ پردہ دِل کا اُبال نکل جائے تو بہتر ہے۔ اور چلتے چلتے برخوردار کو بھی مؤلفین کی مد میں اور ان کے رجسٹر میں درج کرا دو، کہ ان کو یوں سستی شہرت حاصل ہو جائے گی اور بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔ مگر مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ تاڑنے والے بھی قیامت کی نگاہ رکھتے ہیں اور یہ علمِ غیب نہیں بلکہ قرائن وشواہد کے تحت فراست مؤمن ہے جس کا حدیث شریف سے ثبوت ملتا ہے۔ اس لیے ہم

نے اس مضمون میں جناب مفتی احمد یار خاں صاحب بدایونی ثم گجراتی ہی کو خطاب کرنا ہے اور جو کچھ کہنا ہے صرف ان سے کہنا ہے، کیونکہ کتاب ''راہِ جنت'' مفتی صاحب ہی کا مایہ تحقیق ہے'' (باب جنت، صفحہ ۱۶، ۱۷، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ)

اس اقتباس کو دلائل وشواہد کی روشنی میں مولوی رشید احمد گنگوہی پر لوٹاتے ہوئے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ:

''مولوی رشید احمد گنگوہی نے اپنی متنازعہ تحریرات (بشمول فتویٰ اِنکارِ میلاد) کی اِشاعت کے بعد ملنے والی ذلت ورُسوائی کے بعد ''براہینِ قاطعہ'' اپنے بجائے اپنے شاگرد ِخاص مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع کروائی۔ لیکن تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں، جو کہ دیگر دلائل کے ساتھ فراستِ مؤمن (جس کا ثبوت حدیث شریف سے ہے) سے یہ جانتے ہیں کہ اس کتاب کے اصل مؤلف ''مولوی رشید احمد گنگوہی'' ہیں''۔